اُردو کی آخری کتاب

نجمی کے ۱۰۱ کارٹونوں کے ساتھ

اُردو کی آخری کتاب

(باتصویر)

موتفہ

ابنِ انشا

انشایئے انشا جی کے

ہم پر یہ سختی کی نظر ہم ہیں فقیر رہ گزر
رستہ کبھی روکا ترا دامن ترا کبھی تھاما ترا

یہ آواز کل چودھویں کی رات تھی شب بھر رہا چرچا ترا والے انشا جی کی ہے ۔۔۔۔۔چاند نگر کی یہی اداس چاندنی انشا جی کی نثر پر بھی چٹکی ہوئی ہے بے شمار خوبصورت لیکن متروک اور بھولے بسرے الفاظ کو ان کی رواں دواں نثر نے ایک نئی زندگی اور توانائی بخشی ہے اردو مزاح میں یہ اسلوب اور یہ آہنگ نیا ہی نہیں ناقابل تقلید بھی ہے ۔

انشا جی کے مزاح میں بھی جہاں لفظی الٹ پھیر تلازمات اور تمسخر کی گنجائش نہیں وہاں وہ تلخ و ترش سے بھی پاک ہے ان کے لیے موضوع واقعہ یا کردار کا بذاتہ مضحک ہونا چنداں ضرورت ہے چنانچہ شاید ہی دنیا و عقبیٰ کا کوئی موضوع ان کے خندہ بے ضرر سے محفوظ رہا ہوگا ۔

صدر نگ مری موج ہے میں طبع رواں ہوں

مسائل حاضرہ وغیرہ حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ تلخی دوراں کا گلہ نہیں کرتے یہ ان کے مزاح کا کرشمہ نہیں تو کیا ہے انھوں نے آلام سیاست کو بھی سادہ دل بندوں کو لیے آسان بنا دیا ان کی نگاہ بے محابا سے کچھ نہیں بچتا لیکن وہ اپنے مشاہدے سے مجروح و معموم نہیں ہوتے بلکہ یہ کہہ کر بے نیاز انہ آگے بڑھ جاتے ہیں۔

میں آیا میں نے دیکھا میں نے مسکرایا

بچھو کا کاٹا روتا اور سانپ کا کاٹا سوتا ہے انشا جی کا کاٹا سوتے میں بھی مسکراتا بھی ہے ہم خوش نصیب ہیں کہ اردو مزاح کے سنہری دور میں جی رہے ہیں رشید احمد صدیقی ،کرنل محمد خاں،شفیق الرحمٰن ، محمد خالد اختر ،سید ضمیر جعفری ،۔۔۔۔کیفیت اور کمیت دونوں اعتبار سے کسی دور میں ایسا اور اتنا شگفتہ و شائستہ منفرد و متفوع طنز و مزاح تخلیق نہیں کیا گیا اور ابن انشا بلا شبہ اس قبیلے کی آنکھ کا تارا ہیں سادگی و پرکاری شگفتگی و بے ساختی میں وہ اپنا حریف نہیں رکھتے ان کی تحریر ہماری بیماری ادبی زندگی میں ایک سعادت اور نعمت کا درجہ رکھتی ہے ۔

۱۵ جون ۱۹۷۱ء مشتاق احمد صدیقی

باعث تحریر آنکہ

یہ کتاب ہم نے لکھ تو لی لیکن جب چھاپنے کا ارادہ ہوا تو لوگوں نے کہا ایسا نہ ہو کہ یہ کورس میں لگ جائے یعنی ٹیکسٹ بک بورڈ والے اسے منظور کر لیں اور عزیز طالب علموں کا خون نا حق تمہارے حساب میں لکھا جائے جن سے اب بھی ملکہ نور جہاں کے حالات پوچھے جائیں تو ملکہ ترنم نور جہاں کے حالات بتاتے ہیں ہم نے امتحانا اس کا مسودہ ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئرمین میر نسیم محمود صاحب کو بھجوایا دیا اور جیسا کہ آپ نے ملا خطہ کوئی بات غلط کریں یا صحیح اس سے پہلے گہرا غورو غرض ضرور کرتے ہیں ان سے پہلے یہ ہو چکا ہے کہ ایک صاحب کسی کام سے ٹیکسٹ بک بورڈ گئے وہاں اپنے پسندیدہ فلمی نغمات کی کاپی بھول آئے بورڈ نے اسی کو منظور کر کے پرائمری کے نصاب میں داخل کر دیا ۔

ہم محکمائے تعلیم کے بھی ممنون ہیں جنہوں نے اسکولوں کو سر کلر بھیج کر ہدایت کی ہے کہ اس کتاب کو نہ خریدا جائے چنانچہ ہمیں ہر روز اسکول لائبریریوں کی طرف سے بے شمار آرڈر موصول ہو رہے ہیں کہ یہ کتاب ہمیں نہ بھیجی جائے اتنے کہ ہمارے لئے ان کی تعمیل کرنا دشوار ہو رہا ہے۔

ہم نے اس کتاب میں کوئی نئی بات نہیں لکھی ویسے تو آجکل کسی بھی کتاب میں کوئی نئی بات لکھنے کا رواج نہیں لیکن ہم نے بالخصوص وہی کچھ لکھا ہے جو برسوں پہلے پڑھا تھا اتنا ہے کہ یہ دن بڑے ہنگاموں کے تھے ڈسر ایوب گئے جیسے جلوس آئے جمہوریت سوشلز ,فتوئے اور الیکشن کے غلغلے بلند ہوئے اس شور میں تاریخ جغرافیہ حساب گرائمر سبھی اسباق میں کچھ نہ کچھ گڑ بڑ ہوگئی تو ریخ ہند میں نئے پرانے بادشاہ باہم خلط ملط ہوگئے اکبر کے نورتنوں میں بھی اول بدل ہوگئی حتی کہ مناظر قدرت اور ستاروں وغیرہ کا احوال لکھتے ہوئے بھی ہماری نظریں آسمان سے زیادہ زمین پر رہیں رہی بعض بادشاہوں کا احوال ہمیں اولیا اللہ کے باب میں لکھنا تھا لیکن بادشاہوں ہی میں لکھ گئے ہیں اس میں ہماری نیت کا قصور نہیں تاریخی واقعات کا قصور ہے پڑھتے ہوئے یہ ملحوظ رکھا جائے کہ یہ کتاب صرف بالغوں کے لئے ہے ذہنی بالغوں کے لئے معمر نا بالغوں کے لئے نہیں ۔

۲۵ جون ۱۹۷۱ء ابن انشا

طبع سوم کے موقع پر ہم نے ایک آدھ مضمون نکال دیا ہے اور پسند ایک مضامین جو طبع اول اور طبع دوم کے وقت روک لیے تھے داخل کر دیئے ہیں کہا بت کا انداز بدلنے اور سطور بڑھانے سے صفحات ضرور کم ہو

گئے ہیں مندر جات میں فرق نہیں پڑا ترتیب میں بہت کچھ رد بدل روا رکھی گئی ہے قاری کی دلچسپی کے نقطہ نظر سے حالات حاضرہ پر لکھنے میں یہ قباحت ہے کہ حالات کبھی حاضر نہیں رہتے صدر ایوب کا دور اور اس کی بہاریں ماضی قریب سے ماضی بعید کی طرف اڑی جا رہی ہیں مشرقی پاکستان اور بنگالی بھائی اب قصہ پاستاں ہیں ہمارا تمہارا خدا بادشاہ بھی دنیا سے اٹھ گیا ہے آخر فنا آخر فنا ۔۔۔لیکن چونکہپ ہماری قوم کےل؛ے ابھی عبرت پکڑنے کی ضرورت ختم نہیں ہوئی ۔۔۔اس کتاب کی ضرورت بھی باقی ہے ۔

۱۷ ستمبر ۱۹۷۴ء ابنِ انشا

ترتیب

ایک دعا ۱۳

ہمارا ملک ۱۵

ہمارا تمہارا خدا بادشاہ ۱۷

برکات حکومت غیر انگلیشیہ ۱۹

ایک سبق جغرافیہ کا ۲۱

گلیلیو کا زمین گھمانا اور کولمبس کی شرارت وغیرہ

پاکستان ۲۲

بھارت ۲۳

تاریخ ۲۵

تاریخ کے چند دور ۲۷

پتھر کا زمانہ دھات کا زمانہ وغیرہ

رامائن ۳۳

پانی پت کی دوسری لڑائی ۵۳

بیرم خان کو حج کرانا، دین الہی ۵۵

اکبر کی حکمت عملی ادب کی ۵۶

سرپرستی وغیرہ فتوحات ۵۶

اکبر کے نورتن ۵۸

راجہ نوڈرمل خانخاناں ، ابوالفضل فیضی بیربل اور

مہا بھارت ۳۴

سکندر اعظم ۳۸

خاندان غزنوی سے خاندان لودھی تک

سلطان محمود غزنوی ۴۱

خاندان غوری ۴۳

خاندان غلاماں ۴۳

خاندان خلجی ۴۴

خاندان تغلق ۴۵

لودھی خاندان ۴۵

احوال خاندان مغلیہ کا ۴۷

بابر ۴۹

ہمایوں ۵۱

اکبر ۵۳

ابتدائی جیومیٹری ۸۳

ابتدائی سائنس ۸۷

مادے کی قسمیں ۸۸

(ٹھوس، مائع، گیس)

حرارت ۹۰

کشش کے اصول ۹۱

مخدوم المہلک		پانی	۹۲
جہانگیر اور بیبینو رجہاں	۶۳	روشنی	۹۲
شاہ جہاں اور تاج محل	۶۵	**دوسری دفعہ کا ذکر ہے**	**۹۴**
عالمگیر بادشاہ	۶۷	چڑا اور چڑیا	۹۵
سراج دین ظفر بہادر شاہ	۶۹	ایک گورو کے دو چیلے	۹۷
مہاراجہ رنجیت سنگھ	۷۱	کچھوا اور خرگوش	۹۹
ٹھگی کا انسداد کیسے ہوا	۷۱	لومڑی اور کوا	۱۰۱
ایک سبق گرائمر کا	**۷۲**	پیاسا کوا	۱۰۲
لفظ اور صیغے فعل ماضی، فعل مستقبل، فعل کی دیگر		اتفاق میں برکت ہے	۱۰۳
قسمیں ،فعل حال		دانا اور غلام عجمی	۱۰۷
ریاضی کے قاعدے	**۷۵**	نوشیزاں اور نمک	۱۰۹
ابتدائی حساب	۷۶	وزیر اور درویش	۱۱۰
(جمع ،تفریق ،ضرب، تقسیم)		گوشت اور ہڈی	۱۱۲
ابتدائی الجبرا	۸۱	ہم کیوں بھاگیں	۱۱۳
		متحدہ محاذ	
مینڈکوں کا بادشاہ	۱۱۴	بینگن اور مولی	۱۵۱
بیان جانورں کا	**۱۱۵**	گنا اور بھیلی	۱۵۳
بیان پالتو جانوروں کا	۱۱۶	کپڑے والے کے ہاں	۱۵۵
بھینس گائے بکری بھیڑ گدھا		جوتے والے کے ہاں	۱۵۷
اونٹ کتا، آدمی		کھانے کی چیزیں	۱۵۹
شیر	۱۳۰	مکھن	۱۶۰
احوال چند پرندوں کا	**۱۳۳**	کرسی	۱۶۱
طوطا کبوتر ،کوا	۱۳۵	چارپائی	۱۶۳
پدی۔تیتر	۱۳۸	ردی	۱۶۵

بیٹر۔ بیا		**چند مناظر قدرت**	۱۶۶
الو بگلا	۱۴۱	آسمان ستارے اور ہلال	
گرد و پیش کی چیزیں	۱۴۴	وغیرہ سمندر ہوا پہاڑ، ابر	۱۷۳
علم بڑی دولت ہے	۱۴۵	چند امتحانی سوالات	۱۷۶
اخبار	۱۴۸		

ایک دُعا

"یا اللہ
کھانے کو روٹی دے
پہننے کو کپڑا دے
رہنے کو مکان دے
عزت اور آسودگی کی زندگی دے
میاں یہ بھی کوئی مانگنے کی چیزیں ہیں
کچھ اور مانگا کر
بابا جی آپ کیا مانگتے ہیں
میں ؟
میں یہ چیزیں نہیں مانگتا
میں تو کہتا ہوں
اللہ میاں ،، مجھے ایمان دے
نیک عمل کی توفیق دے
بابا جی آپ نے ٹھیک دعا مانگتے ہیں
انسان وہی چیز تو مانگتا ہے
جو اس کے پاس نہیں ہوتی
یکم مارچ ۷۰ء

ہمارا ملک

ایران میں کون رہتا ہے ؟
ایران میں ایرانی قوم رہتی ہے ؟
انگلستان میں کون رہتا ہے ؟
انگلستان میں انگریز قوم رہتی ہے ؟
فرانس میں کون رہتا ہے
فرانس میں فرانیسی قوم رہتی ہے ،
یہ کون سا ملک ہے ؟
یہ پاکستان ہے ،
اس میں پاکستانی قوم رہتی ہوگی ؟
اس میں سندھی قوم رہتی ہے
اس میں پنجابی قوم رہتی ہے ،
اس میں بنگالی قوم رہتی ہے
اس میں یہ قوم رہتی ہے
اس میں وہ قوم رہتی ہے
لیکن -------پنجابی تو ہندوستان میں بھی رہتے ہیں
سندھی تو ہندوستان میں بھی رہتے ہیں
بنگالی تو ہندوستان میں بھی رہتے ہیں
پھر یہ الگ ملک کیوں بنایا تھا ؟
غلطی ہوئی معاف کردیجئے آئندہ نہیں بنائیں گے ،

۲۴ دسمبر ۶۹ء

ہمارا تمہارا خدا بادشاہ

کسی ملک میں ایک بادشاہ تھابڑا دانش مند ،مہربان اور انصاف پسند اس کےزمانے میں ملک نے بہت ترقی کی اور رعایا اس کو بہت پسند کرتی تھی اس بات کی شہادت نہ صرف اس زمانے کے محکمہ اطلاعات کے کتابچوں اور پریس نوٹوں سے ملتی ہے بلکہ بادشاہ کی خورد نوشت سوانح عمری سے بھی ۔

شاہ جمجاہ کے زمانے میں ہر طرف آزادی کا دور دورہ تھا لوگ آزادتھے اور اخبارآزاد تھے کہ جو چاہیں کہیں ،جو چاہیں جوچاہیں لکھیں بشرطیکہ وہ بادشاہ کی تعریف میں ہوخلاف نہ ہو ۔

اس بادشاہ کا زمانہ ترقی اور فتوحات کے لئے مشہور ہے ہر طرف خوش حالی ہی خوش حالی نظر آتی تھی کہیں تل دھرنے کو جگہ باقی نہ تھی جو لوگ لکھ پتی تھے دیکھتے دیکھتے کروڑ پتی ہوگئے حسن انتظام ایسا تھا کہ امیر لوگ سونا اچھالتے اچکالتے ملک کے اس سرے سے اس سرے تک بلکہ بعض اوقات بیرون ملک بھی چلے جاتے تھے کسی کی مجال نہ تھی کہ پوچھے اتنا سونا کہاں سے آیا اور کہاں لئے جارہے ہو ۔

روحانیت سے شغفف تھا کئی درویشا سے ہوائی اڈے پر لینے چھوڑنے جائے یا اس کی کامرانی کے لئے چلتے کاٹتے تھے طبیعت میں عفواوردرگزر کا مادہ اڑحد تھا اگر کوئی آکر شکایت کرتا تھا کہ فلاں شخص نے میری فلاں جائداد ہتھیالی ہے یا فلاں کارخانے پرقبضہ کرلیا ہے تو مجرم خواہ بادشاہ کا کتنا ہی قریبی عزیز کیوں نہ ہو وہ کمقل سیر چیشمی سے اسے معاف کر دیئے تھے بلکہ شکایت کرنے والوں پر خفا ہوتے تھےکہ عیب کوئی بری بات ہے۔

جب بادشاہ کا دل حکومت سے بھر گیا تو وہ اپنی چیک بکیں لے کر تارک دنیا ہوگیا اور پہاڑوں کی طرف نکل گیا کچھ لوگ کہتے ہیں اب بھی زندہ ہے واللہ اعلم بالصواب ۔

برکات حکومت غیر انگلیشیہ

عزیزو!بہت دن پہلے اس ملک میں انگریزوں کی حکومت ہوتی تھی اور درسی کتابوں میں ایک مضمون برکات حکومت انگلیشیہ کے عنوان سے شامل رہتا تھا اب ہم آزاد ہیں اس زمانے کے مصنف حکومت انگلیشیہ کی تعریف کیا کرتے تھے کیونکہ اس کے سوا چارہ نہ تھاہم اپنے عہد کی آزاد قومی حکومتوں کی تعریف کریں

گےاس کی وجہ بھی ظاہر ہے۔

عزیزو! انگریزوں نے کچھ اچھے کم بھی کیےلیکن ان کے زمانے میں خرابیاں بہت تھیں کوئی حکومت کے خلاف بولتا تھا یا لکھتا تھاتو اس کو جیل بھیج دیتے تھے اب نہیں بھیجتے رزوت ستانی عام تھی آج کل نہیں ہے دوکاندار چیزیں مہنگی بیچتے تھے اور ملاوٹ بھی کرتے تھےآج کل کوئی مہنگی نہیں بیچتا ملاوٹ بھی نہیں کرتا انگریزوں کے زمانے میں امیر اور جاگیردارعیش نہیں کرتےاور غریبوں کو ہر کوئی اتنا پوچھتا ہے ہے کہ وہ تنگ آجائے خصوصا حق رائے دہندگی بالغاں کے بعد سے تعلیم اورصنعت وحرفت کو لیجئے ربع صدی کے مختصرعرصے میں ہماری شرح خواندگی اٹھارہ فی صدی ہوگئی ہے غیر ملکی حکومت کے زمانے میں ایسا ہوسکتا تھا انگریز شروع شروع میں ہمارے دستکاریوں کے انگوٹھے کاٹ دیتے تھےاب کارخانوں کے مالک ہمارےاپنے لوگ ہیں دستکاریوں کےانگوٹھےنہیں کاٹتے ہاں کبھی کبھی پورے دستکارکوکاٹ دیتے ہیں آزادی سے پہلے ہندو بنیئے اورسرمایہ دارہمیں لاٹا کرتے تھےہماری خواہش تھی کہ یہ سلسلہ ختم ہواور ہمیں مسلمان بنیئے اورسیٹھ لوٹیں الحمداللہ کہ یہ آرزو پوری ہوئی جب سے حکومت ہمارے ہاتھ میں آئی ہے ہم نیہرشعبے میں بہت ترقی کی ہے درآمد برآمد بھی بہت بڑھ گئی ہے ہماری خلوص برآمدات دو ہیں وفوراور زرمبادلہ درآمدات ہم کھٹاتے جارہے ہیں ایک زمانہ میں توخارجہ پالیسی تک باہرسے درآمد کرتے تھےاب یہاں بننے لگی ہے ۔

ایک سبق جغرافیے کا

جغرافیہ میں سب سے پہلے یہ بتایا جاتا ہے کہ دنیا گول ہے ایک زمانے میں بےشک یہ چپٹی ہوئی تھی پھر گول ہوئی تھی پھر ھول قرارپائی گول ہونے کا فوئدہ یہ ہے کہ لوگ مشرق کی طرف سے جاتے ہیں مغرب کی طرف جانکلتے ہیں کوئی ان کو پکڑنہیں سکتا اسمگلروں مجرموں اور سیاست دانوں کے لئے بڑی آسانی ہوگئی ۔

ہٹلرزمین کودوبارہ چپٹا کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہیں ہوا پرانے زمانے میں زمین گل محمد کی طرح ساکن ہوتی تھی سورج اورآسمان وغیرہ اس کے گرد گھوما کرتے تھےشاعر کہتا ہےرات دن گردش میں سات آسمان پھرگلیلیو نامی ایک شخص آیااور اس نے زمین کو سورج کے گرد گھمانا شروع کردیاپادری بہت ناراض ہوئے کہ ہم کو کس چکر میں ڈال دیاہے گلیلیو کو توانھوں نیقراروقعی سزادے کرآئندہ اس قسم کی حرکات سے روک دیا زمین کوالبتہ نہیں روک سکے برابرحرکت کیئے جا رہی ہے

شروع میں دنیامیں تھوڑے ہی ملک تھےلوگ خاصی امن چین کی زندگی بسر کرتے تھے پندرھویں صدی میں کولمبس نے امریکہ دریافت کیا اس کے بارے میں دومنظریئےہیں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کاقصورنہیں یہ ہندوستان کویعنی ہمیں دریافت کرنا چاہتا تھا

غلطی سے امریکہ کو دریافت کر بیٹھا اس نظریئے کو اس سے تقویت ملتی ہے کہ ہم ابھی تک دریافت نہیں ہو پائے۔
دوسرا فریق کہتا ہے کہ نہیں کولمبس نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی یعنی امریکہ دریافت کیا بہرحال اگر غلطی بھی تھی تو بہت سنگین غلطی تھی کولمبس تو مرگیا اس کا خمیازہ ہم لوگ بھگت رہے ہیں۔

پاکستان

حدود اربعہ پاکستان کے مشرق میں سیٹو ہے مغرب میں سنٹو شمال میں تاشقند اور جنوب میں پ•انی یعنی جائے مفر کسی طرف نہیں۔
پاکستان کے دو حصے ہیں مزرقی پاکستان اور مغربی پاکستان یہ ایک دوسرے سے بڑے فاصلے پر ہیں کتنے بڑے فاصلے پر اس کا اندازہ اب ہو رہا ہے۔
دونوں کا اپنا اپنا حدود اربعہ بھی ہے۔
مغربی پاکستان کے شمال میں پنجاب جنوب میں سندھ مزرق میں ہندوستان اور مغرب میں سرحد اور بلوچستان ہیں یہاں پاکستان خود کہاں واقع ہے اور واقع ہے بھی کہ نہیں اس پر آج کل ریسرچ ہو رہی ہے۔
مشرقی پاکستان کے چاروں طرف آج کل مشرقی پاکستان ہی ہے۔

بھارت

یہ بھارت ہے گاندھی جی یہیں پیدا ہوئے تھے لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے ان کو مہاتما کہتے تھے چنانچہ مار کر ان کو یہیں دفن کردی اور سمادھی بنادی دوسرے ملکوں کے بڑے لوگ آتے ہیں تو اس پر بھول چڑھاتے ہیں اگر گاندھی جی نہ مرتے یعنی نہ مارے جاتے تو پورے ہندوستان میں عقیدت مندوں کے لئے پھول چڑھانے کی ایک جگہ پیدا کردی ورنہ شاید ہمیں بھی ان کو مارنا ہی پڑتا۔
بھارت بڑا امن پسند ملک ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اکثر ہمسایہ ملکوں کے ساتھ اس کے سیر فدائر کے معاہدے ہو چکے ہیں ۱۹۶۵ئمیں ہمارے ساتھ ہوا اس سے پہلے چین کے ساتھ ہوا۔
بھارت کا مقدس جانور گائے ہے بھارتی اسی کا دودھ پیتے ہیں اسی کے گوبر سے چوگا لیپتے ہیں اور اسی کو قصائی کے ہاتھ بیچتے ہیں کیونکہ خوردہ گائے کو مارنا یا کھانا پاپ سمجھتے ہیں۔

آدمی کو بھارت میں مقدس جانور نہیں گنا جاتا۔

بھارت کے بادشاہوں میں راجہ اشوک اور راجہ نہرو مشہور گزرے ہیں اشوک سے ان کی لاٹ اور دہلی کا اشوکا ہوٹل یادگار ہیں اور نہرو جی کی یادگار مسئلہ کشمیر ہے جو اشوک کی تمام یادگاروں سے زیادہ مضبوط اور پائیدور معلوم ہوتا ہے راجہ نہرو بڑے دھرماتما آدمی تھے صبح سویرے اٹھ کر شیر شک آسن کرتے تھے یعنی سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کر کے کھڑے ہوتے تھے رفتہ رفتہ ان کو ہر معاملے کو الٹا دیکھنے کی عادت ہوگئی حیدر آباد کے مسئلہ کو انھوں نے رعایا کے نقطہ نظر سے دیکھا اور کشمیر کو راجا کے نقطہ نظر سے یوگ میں طرح طرح کے آسن ہوتے ہیں ناواقف لوگ ان کو قلابازیاں سمجھتے ہیں نہرو جی نفاست پسند بھی تھے دن میں در بار اپنے کپڑے اور قول بدلا کرتے تھے۔

۸فروری ۱۹۷۰ء

تاریخ

تاریخ کے چند دور

راہوں میں پتھر

جلسوں میں پتھر

سینوں میں پتھر

عقلوں پہ پتھر

آستانوں پہ پتھر

دیوانوں پہ پتھر

پتھر ہی پتھر

یہ زمانہ پتھر کا زمانہ کہلاتا ہے۔

دیگیں ہی دیگیں

چمچے ہی چمچے

سکے ہی سکے

پیسے ہی پیسے

سونا ہی سونا

چاندی ہی چاندی

یہ زمانہ دھات کا زمانہ کہلاتا ہے

لوگ سونے چاندی کی زنجیریں بناتے ہیں

ہمیں اور آپ کو پہناتے ہیں

ہم اور آپ پہن کر خوش رہتے ہیں

بلکہ تھینک یو بھی کہتے ہیں

ایک اور زمانہ ہے آئرن ایج

یعنی لوہے کا زمانہ

لوہا وہ دھات ہے

جس کا سب لوہا مانتے ہیں

ہل کا پھل بھی لوہا

کارخانے کی کل بھی لوہا

لوہا مقناطیس بن جاتا ہے

تو چاندی تک کو کھینچ لاتا ہے

سو سنار کی ایک لوہار کی

سونے والے لوہے والوں سے ڈرتے ہیں

لیکن کوئی کہاں تک رکوائے گا

ہمارے ہاں بھی لوہے والوں کا زمانہ آئے گا

کچا لوہا اور کسی کام کا نہیں

بس اس سے آدمی بناتے ہیں

جو مرد آہن کہلاتے ہیں

ان کو زنگ لگ جاتا ہے

بلکہ کھا جاتا ہے

پھر بھی لوگ گھورے پر سے اٹھا لاتے ہیں

زندہ باد کے نعروں سے جلاتے ہیں

یہ اور دور ہے

لوگ ننگے گھومتے ہیں

ننگے ناچتے ہیں

ننگے کلبوں میں جاتے ہیں

ایک دوسرے کو جلسوں میں ننگا کرتے ہیں

عوام تک کے کپڑے اتار لیتے ہیں

بلکہ کھال کھینچ لیتے ہیں

کھالوں سے زرمبادلہ کماتے ہیں

گوشت کچا کھا جاتے ہیں نہ چولھا ہے نہ سیغ ہے

یہ زمانہ قبل از تاریخ ہے

ملاوٹ کی صنعت

رشوت کی صنعت

کوٹھی کی صنعت

پگڑی کی صنعت

حلوے کی صنعت

بیانوں اور نعروں کی صنعت

تعویذوں اور گنڈوں کی صنعت

یہ ہمارے ہاں کا صنعتی دور ہے

کاغذ کے کپڑے

کاغذ کے مکان

کاغذ کے آدمی

کاغذ کے جنگل

کاغذ کے شیر

ذرا نم ہو تو سب کے سب ڈھیر

کاغذ کے نوٹ

کاغذ کے ووٹ

کاغذ کا ایمان

کاغذ کے مسلمان

کاغذ کے اخبار

اور کاغذ ہی کے کالم نگار

یہ سارا کاغذ کا دور ہے

اب اس آخری دور کو دیکھیئے

پیٹ روٹی سے خالی

جیب پیسے سے خالی ہے

باتیں بصیرت سے خالی

وعدے حقیقت سے خالی

دل ڈر سے خالی

دماغ عقل سے خالی

شہر فرزانوں سے خالی

جنگل دیوانوں سے خالی

یہ خلائی دور ہے

لوگ تو ہم کے غبارے پھلاتے ہیں

معجون فلک سیر کھاتے ہیں

رویت ہلال کمیٹیاں بناتے ہیں

آسمان کے تارے توڑ لاتے ہیں

ڈٹ کے دنبے نوش فرماتے ہیں

بیت الخلا میں مدار پر پہنچ جاتے ہیں

ہمارے ہاں کا خلائی دور یہی ہے

۹ مارچ ۱۹۷۰ء

رامائن اور مہا بھارت

رامائن

رامائن رامچندر جی کی کہانی ہے یہ راجہ وسرتھ پرنس آف ویلز تھے لیکن ان کی سوتیلی ماں کیکئی اپنے بیٹے بھرت کو راجا بنانا چاہتی تھی اس کے بہکانے پر راجا وسرتھ نے رامچندر جی کو چودہ برس کے لئے گھر سے نکال دیا ان کی رانی سیتا کو بھی ان کے بھائی لچھمن بھی ساتھ ہو لیئے بن باس کے لئے نکلتے وقت رامچندر جی کے پاس کچھ بھی نہ تھا بس ایک کھڑاؤں تھی وہ بھی بھرت نے رکھوالی کہ آپ کی نشانی ہمارے پاس رہنی ہے اس کھڑاؤں کو بھرت تخت کے پاس بلکہ اوپر رکھتا تھا کہ رامچندر جی کا کوئی آدمی چرا کے نہ لے جائے ۔ جنگل میں رہنے کی وجہ سے ان کو گزارے میں چنداں تکلیف نہ ہوتی تھی رام جی تو آخر جی تھے زیادہ کام

ان کلا لکشمن یعنی برادر خورد کیا کرتے تھے۔

یہ لوگ گن گن کر دن گزار رہے تھے کہ کب بارہ برس پورے ہوں اور کب یہ واپس جا کر پاٹ سنبھالیں اور رعایا کی بے لوث خدمت کریں ایک روز جب کہ رام اور لچھمن دونوں شکار کو گئے ہوئے تھے لنکا کا راجا اون آیا اور سیتا جی کو اٹھا لے گیا اس پر رامچندر جی اور اون میں لڑائی ہوئی گھمسان کا رن پڑا جیسا کہ سہرے لے تہوار میں پڑتا آپ نے دیکھا ہوگا۔

ہنامان جی اور ان کے بندوں نے رامچندر جی کا ساتھ دیا اور وہ راون اور اس کے راکشسوں کو مار کر جیت گئے پرانے خیال کے ہندو اسی لئے بندروں کی اتنی عزت کرتے ہیں ان کو انسانوں پر ترجیح دیتے ہیں۔

مہابھارت

مہا بھارت کوروؤں اور پانڈروں کی لڑائی کی داستان ہے کوروتو جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے بڑے کورچشم لوگ تھے ہاں پانڈو اچھے تھے اتنا ضرور ہے کہ کبھی کبھی جوا کھیل لیتے تھے اور تعدد ازدواج کا رواج بھی ان میں تھا یعنی ایک عورت کے پانچ شوہر ہوسکتے تھے یکے بعد دیگرے نہیں وہ تو آج کل بھی ہوتے ہیں بلکہ بیک وقت دروپدی پانڈوؤں کی بلا شرکت غیر بیوی تھی چونکہ اس کا سلوک پانچوں سے یکساں تھا اس لئے ہم اس معاملے پر زیادہ اعتراض نہیں کرتے۔

مہا بھارت کے زمانے میں شادی میں ایسی مشکلات نہ ہوتی تھیں جیسی آج کل ہوتی ہے کہ لڑکے کا حسب نسب جائداد اور تعلیم وغیرہ پوچھتے ہیں حتی کہ زیادہ روزگار بھی پنجابی یوپی کا سوال بھی اٹھتا ہے اور شیعہ سنی کی دیکھ پربھی رکھ ہوتی ہے مہا بھارت کے سنہری زمانے میں لوگ سوئمبر رچاتے تھے جو بھی نیچے تیل کے کنڈ میں عکس پر نظر جمائے اوپر گھومتی مچھلی کی آنکھ میں تیر کا نشانہ لگاتا تھا اس کے سر اپنی لڑکی کو منڈھ دیتے تھے ردوپدی کے سوئمبر میں ارجن نے تیر مارا جو گھومتی مچھلی کی آنکھ میں سیدھا جا لگا یہ حسن اتفاق تھا ورنہ تو ایسے کرتب کے لئے آدمی کا ماہر گریانٹ ہونا ضروری ہے ہم آپ نہیں لگا سکتے۔

کورو اور پانڈو میں لڑائی کیوں ہوئی تھی یہ ہم نہیں جانتے ہر لڑائی کے لئے وجہ کا ہونا ضروری بھی نہیں اب کچھ آنکھوں دیکھا حال اس لڑائی کا سنیئے۔

خواتین وحضرات یہ کوردکشیتر کا میدان ہے جو تحسیس کتیل ضلع کرنال میں واقع ہے لڑائی اب شروع ہونے ہی

والی ہے کورد ایک طرف ہیں پانڈو دوسری طرف ہیں یہ ہونا بھی چاہیئے دونو ایک طرف ہوں تو لڑائی کا کچھ مزا نہ آئے لڑنے والوں کے علاوہ بھی کچھ لوگ میدان میں نظر آرہے ہیں یہ درونا اچاریہ ہیں دونو فریقوں کے بزرگ ہیں اپنا لشکر کوروَں کو دے رکھا ہے اشیر واد پانڈووَں کو دے رکھی ہے پانڈووَں کا مطالبہ تھا کہ آپ اشیر کوروؤں کو دے دیں ا ۓ لشکر ہمیں دے دیں لیکن اچاریہ جی نہیں مانے یہ کون ہیں یہ کرشن کنہیا کہلاتے ہیں ابھی ابھی گوپیوں کے پاس سے آئے ہیں مکھن ابھی تک ہونٹوں پر لگا ہے بیٹھے گیتا لکھ رہے ہیں ارجن کو اپدیش دے رہے ہیں کہ مارو مارو اپنوں کو مارو جھجکو نہیں تاج وتخت کا معاملہ ہے مذاق کی بات نہیں یاد رہے کہ کورد اور پانڈو ایک دوسرے کے کزن ہیں ایلو کھانڈے سے کھانڈا بجنے لگا اور رتھ سے رتھ ٹکرا رہا ہے یہ لڑائی تو لمبی چلتی معلوم ہوتی ہے لہذا اب ہم اسٹڈیو چلتے ہیں ۔

سوالات

۱۔ ارجن نے گھومتی مچھلی کی آنکھ میں تیر مارنے کے علاوہ بھی کبھی کوئی اور تیر مارا تھا ؟

۲۔ بھارت اور پاکستان کی جنگ ستمبر ۶۵ء کا درونا چاریہ کون تھا ؟

۳۔ کورو اور پانڈو ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے تھے ؟

۴۔ اس موضوع پر جواب مضمون لکھو زیادہ سے زیادہ دس الفاظ میں آجانا چاہیئے

۲۷ دسمبر ۱۹۷۰ء

سکندر اعظم

یہ بادشاہ جو پنجاب کے ایک سابق وزیر اعظم اور پاکستان کے ایک صدر کا ہمنام تھا مقدونیہ کے بادشاہ فیلقوس کا بیٹا تھا باپ کے مرنے کے بعد گدی پر بیٹھا جو اس کی سعادت کی دلیل ہے باپ کی زندگی میں بیٹھ جاتا تو باپ کیا کر لیتا مورخین نے سکندر کی شجاعت اور دوسری صلاحیتوں کی بہت تعریف کی ہے مشہور مورخ سہراب مودی بھی اپنے ایک فلم اسکرپٹ میں لکھتے ہیں کہ سکندر بہت اچھا بادشاہ تھا۔

سکندر یونون سے فوج لے کر نکلا اور ایران پہنچا یہاں پہنچتے ہی اس نے دارا مارا اور پھر ہندوستان کی راہ لی جہلم کے قریب اس کی مڈ بھیڑ راجا پورس سے ہوئی اس مانے میں راجاؤں کے نام بڑے تو پنجاب کے کئی زمینداروں کی جاگیریں ہیں خیر لڑائی ہوئی چونکہ لڑائی

میں ایک فریق کا ہارنا ضروری ہوتا ہے اور سکندر کی حیثیت ایک طرح سے مہمانگی سے کیا سلوک کیا جائے۔

پورس نے کہا اے سکندر اعظم حیف کہ تو اتنا بڑا بادشاہ ہو کر غلط زبان بولتا ہے یہ تیرے کہاں کی بولی ہپے ایسا تو گنوار بولتے ہیں اب رہا سلوک کا سوال بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے وہ سلوک کر جو بادشاہ ہوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں سکندر نیا بادشاہ ہوا تھا اسے کیا معلوم تھا کہ بادشاہ لوگ بادشاہوں سے کیا سلوک کیا کرتے ہیں اس نے اپنے درباری مورخوں سے پوچھا انھوں نے مثالیں دے کر جو کچھ بتایا اس کی روشنی میں سکندر نے کھڑے کھڑے تلوار نکال کر پورس کی بھٹا سی گردن اڑا دی بعد میں پورس پچھتایا کہ میں نے ایسی احمقانہ فرمائش کی ہی کیوں تھی۔

بعض تاریخوں میں یہ واقعہ اور طرح آیا ہے لکھا ہے کہ پورس کی بات سن کر سکندر بہت خوش ہوا شیخی میں آ گیا اس نہ صرف پورس کی جان بخشی کر دی بلکہ اس کا علاقہ بھی اس کو لوٹا دیا ہو سکتا ہے یہی صیح ہو یہ اتنی پرانی بات ہے کہ اس پر اب بحث کرنا فضول ہے پورس اس قوت نہیں مرا تو بعد میں مر گیا۔

واضح رہے کہ بعد میں سکندرھی مر گیا جس کا پس منظر بہت افسوس ناک ہے مبینہ طور پر جناب خضر نے سکندر سے کہا تھا کہ چلو میرے ساتھ آب حیات کے چشمے پر دو گھونٹ پی لینا اور ابد تک دنیا یئفانی میں دندنانا لوگوں کے سینے پر مونگ دلنا وہاں پہنچ کر خضر صاحب سارا پانی خود پی گئے سکندر کو سوکھا لوٹا یا جو کیا خضر نے سکندر سے وہی کیا خضر حیات نے سکندر حیات تو مدت ہوئی لد گئے اس عمر میں جو لدنے کی نہ تھی اور خضر حیات جوان کے وزیر تھے ساٹھے پاٹھے اپنی جاگیر پر بیٹھے ہیں ۔

سکندر مرزا مرحوم کے خضر بھی خدا کے فضل سے بقید حیات ہیں اور بخیریت ہیں جس سے ثابت ہوا کہ آب حیات میں واقعی بڑی تاثیر ہے،

سوالات

۱۔ سکندر حیات سکندر مرزا اور سکندر اعظم میں سے کون بڑا فاتح تھا ؟

۲۔ پورس کون تھا کیا پورس اور مہاراجا رنجیت سنگھ کے علاوہ بھی پنجاب میں کبھی کوئی دیدی حکمران ہوا ہے ؟

۳۔ حسب ذیل میں سے کسی پانچ پر مضمون لکھو ؟

سکندر۔ خضر۔ سکندر حیات۔ خضر حیات

۴۔ فلم سکندر اعظم میں کس کس نے کام کیا تھا اس کا کوئی گانا یاد ہو تو سناؤ ؟

۴ جنوری ۱۹۷۱ء

خاندان غزنوی سے خاندان لودھی تک

سلطان محمود غزنوی

یہ غزنوی خاندان کا سب سے بڑا مشہور بادشاہ تھا اس نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے شروع کے حملوں میں تو وہ چند نا گزیر وجوہ سے واپس جاتا رہا آخر کار ہندوستان کو فتح کر لیا اس نے سومنات کا بت بھی توڑا جس میں سے زر و جواہر کا بہت بڑا خزانہ نکلا ہر چند کہ سومنات کو اس نے صرف اپنا فرض سمجھتے ہوئے توڑا تھا روپے کے لالچ میں نہیں تاہم ان زر و جواہر کو اس نے پھینک نہیں دیا اونٹوں پر لدوا کر اپنے ساتھ غزنی لے گیا ایاز اس کا غلام تھا علامہ اقبال سے روایت ہے کہ جب عین لڑائی میں وقت نماز آتا تھا تو یہ دونو یعنی محمود اور ایاز ایک صف میں کھڑے ہو جاتے تھے باقی فوج لڑتی رہتی تھی۔

محمود پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اس نے فردوسی سے شاہنامہ لکھوایا اور اس کی ساٹھ ہزار اشرفیاں نہیں دیں بلکہ ساٹھ ہزار روپے ٹالنا چاہا یہ الزام بے جا ہے بیشک وعدہ ایک اشرفی شعر ہی کا کیا گیا تھا لیکن اس قوت گمان نہ تھا کہ فردوسی واقعی یہ کتاب لکھنے بیٹھ جائے گا اور اس کو اتنا لمبا کر دے گا یہ کتاب جناب حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کی طرز پر لکھی گئی ہے فردوسی چاہتا تو بہت تھوڑے صفحوں پر ایران تاریخ بیان کر سکتا تھا کہ فلاں بادشاہ نے فلاں بادشاہ کو مارا وغیرہ لیکن وہ اس میں پہلوانوں اور اژدہوں وغیرہ کے قصے ڈال کر لمبا کرتا گیا بھلا ایک کتاب کی ساٹھ ہزار اشرفیاں دی جا سکتی ہیں بجٹ بھی تو دیکھنا پڑتا ہے محمود کی ہم تعریف کریں گے کہ پھر بھی ساٹھ ہزار روپے کی رقم فردوسی کو بھجوائی خواہ اس کے مرنے کے بعد بھجوائی آج کل کے پبلیشرز اور قدر دان تو مرنے کے بعد بھی مصنف کو کچھ نہیں دیتے ساٹھ ہزار روپے تو بڑی چیز ہے ان سے ساٹھ روپے ہی وصول ہو جائیں تو مصنف اپنے کو خوش قسمت سمجھتا ہے ۔

پس ثابت ہوا کہ سلطان موصوف بہت فیاض بھی تھا۔

سوالات

ا۔محمود غزنوی نے ہندوستان پر سترہ کیا کئے تھے ؟

۲۔محمود غزنوی نے سترہ حملے کس ملک پر کئے تھے

۳۔ ہندوستان پر سترہ حملے کس بادشاہ نے کئے تھے سچ سچ بتاؤ

۴۔محمود غزنوی نے ہندوستان پر اٹھارہ حملے کیوں نہیں کئے سترہ پر کیوں اکتفا کی ؟

نوٹ سوال نمبر ۴۔ا۔۳۔ اور ۳، لازمی ہیں ۔

خاندان غوری

غزنوی خاندان ہے بعد کسی نہ کسی خاندان کو تو آنا ہی تھا چنانچہ غوری خاندان آیا اس خاندان کا عہد بہت مختصر رہا یہ لوگ اس بات پر غور ہی کرتے رہے کہ ملک کو کیسے ترقی دی جائے کسی بات پر عمل کرنے کی مہلت نہ ملی سلطان محمود غزنوی اس خاندان کا مشہور اور لیاقت مند بادشاہ تھا ایک بار وہ گکھڑوں کی شورش رفع کرنے کے لئے ان کے علاقے نواح راولپنڈی میں گیا اور کسی گکھڑ کے ہاتھوں کے ہاں مارا گیا حفیظ ہوشیار پوری اور رئیس امروہوی نے قطعات تاریخ لکھے اگر وہ گکھڑوں کے ہاں جانے کے بجائے کو اپنے ہاں بلاتا اور گھر بیٹھے ان کی شورش رفع کر دیتا تو زیادہ اچھا ہوتا۔

خاندان غلاماں

اس خاندان کا بانی مبانی ایک شخص غلام محمد نامی تھا اسی لئے یہ خاندان غلاماں کہلایا دوسری وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس خاندان کے عہد میں بعض طاقتوں کے نام خط غلامی لکھا گیا چونکہ اس خاندان کے
بہت سے اعیان سلطنت کی عمر انگریز کی غلامی میں گزری تھی اس لئے بھی اس کو خاندان غلاماں کا نام دیا گیا۔
اس زمانے میں ذاتی اور انفرادی غلامی تو ختم ہو رہی تھی ہاں کسی ملک کا کسی دوسرے ملک کا غلام ہونا معیوب نہ سمجھا جاتا ہے آقا ملک اپنے غلام ملک ایڈ و دیتا تھا اپنی فالتو پیداوار بھیجتا تھا تا کہ سمندروں میں نہ ڈبونی پڑے اور فالتو آدمی جن کا اس کے اپنے ملک میں کوئی مصرف نہ ہوتا تھا مشیر بنا کر ساتھ کر دیتا غلام ملک کی ذمہ داریاں کچھ زیادہ نہ ہوتی تھی بس حق ناحق میں آقا ملک کا ساتھ دینا ہوتا تھا علاوہ ازیں غلام ملک اپنے ہاں فولاد کا کارخانہ بھی نہ لگاتا تھا خارجہ پالیسی بھی پوچھ کر بناتا تھا بلکہ آقا ملک سے بنی بنائی منگاتا تھا ۔

خلجی خاندان

اس خاندان نے جتنے دن حکومت کو خود بھی خلجان میں مبتلا رہا قوم کو بھی خلجان میں رکھا اسی لئے اس کو خلجی خاندان کہتے ہیں اس خاندان کے سربراہ کا نام بھی خ سے شروع ہوتا تھا ایک شاعر نے یہ قصیدہ اسی کی شان میں لکھا تھا۔

کس چیز کی کمی ہے خواہ تری گلی میں
گھوڑا تری گلی میں نتھیا تری گلی میں

اس بادشاہ کے عہد میں فن طباخی کو بہت ترقی ہوئی چرندروں پرندروں کے لئے یہ دور کچھ اچھا نہیں تھا مرغ دماہی بادشاہ کا نام سن کر تھر تھر کانپتے تھے سودا نامی شاعر تو یہاں تک کہتا ہے کہ ع۔
تڑپے تھا مرغ قبلہ نما آشیانے میں اردو کی مشہور کلاسیک مکمل مرغی خانہ باتصویر اسی عہ میں تصنیف ہوئی اب تک اس کے ستر ایڈیشن نکل

چکے ہیں۔

تغلق خاندان

اس خاندان کے سرکاری دفاتر کراچی کے تغلق ہاؤس میں تھے اسی لئے یہ تغلق خاندان کہلایا انہی دفاتر میں بیٹھے بیٹھے وزرائے سلنت کو پہلے پہل خیال آیا کہ دارالحکومت بدلنا چاہیئے دہلی سے دیوگری چلنا چاہیئے اور کچھ نہیں تھوڑی تفریح ہی رہے گی سفر کا بھتہ ہی ملے گا اس منصوبے پر عمل بعد میں ہوا۔

تغلق کا لفظ اغلاق سے نکلا ہے جس کے معنی مشکل پسندی اور مشکل گوئی وغیرہ ہیں ہمارے دوست عبدلعزیز خالد اس دوسر میں ہوتے تو ملک الشعراء ہوتے ہروقت خلعت فاخرہ زیب تن کئے رہتے یوں خالی بش شرٹ میں نہ گھوما کرتے۔

سرفراز خاں تغلق اس خاندان کا مشہور بادشاہ تھا یہ اپنا رشتہ چنگیز خاں سے ملایا کرتا تھا اور کوٹلے بسایا کرتا تھا چنانچہ فیروز شاہ کا کوٹلہ مشہور ہے اس کی تصنیف میں تاریخ فیروز شاہی فیروز اللغات ایک نعات ہے اور چشم دید میں بادشاہ نے اپنے وہ حلات لکھے ہیں جو اپنی آنکھوں دیکھے ہیں۔

فیروز تغلق کے زمانے میں چیزیں سستی تھیں کم از کم آج کے مقابلے میں آتا دال بھی بناسپتی گھی بھی پٹرول بھی اے کاش وہ آج بھی زندہ ہوتا اور ہمارا بادشاہ ہوتا۔

لودھی خاندان

اس خاندان کا مشہور بادشاہ سکندر لودھی تھا اس کو سکندر اعظم کے ساتھ خلط ملط نہ کرنا چاہیئے وہ ززززز مانہ قبل از مسیح میں ہوا تھا یہ زمانہ بعد از مسیح میں ہوا بعض کتابوں میں اس خاندان کا نام لو بھی لکھا ہے جس کے معنی لالچی یعنی اقتدار کی لالچ رکھنے والا ہوتے ہیں لیکن ہمارے خیال میں صحیح نام لودھی ہی ہے اس خاندان کا مورثاعلی لودھیانے سے آیا ہوگا جیسے یہ خاکسار آتا ہے یہ خاکسار اپنے کو لودھی نہیں لکھتا جس کی وجہ خاکساری ہے ۔سکندر لودھی فیروز خاں تغلق کو معرذل کر کے برسر اقتدار آیا تھا اتفاق دیکھئیو داس کے ساتھ یہی ہوا اس کے سپہ سالار نے اسے تخت سے اتار کر بعبعد دریائے شور بھیج دیا یعنی ملک بدر کر دیا اور خاندان گندھارا کی بنیاد رکھی خاندان گندھارا کی فرماں روائی ایک

مدت اچھی چلی لیکن آخر سلطنت کے ٹکڑے ہونے شروع ہو گئے حتی کہ ملک بائیس خاندانوں میں تسیم ہو گیا ایسا ہو جائے تو پھر مغل آیا ہی کرتے ہیں چنانچہ آئے سلطنت مغلیہ قائم کی ۔

سوالات

ا۔گکھڑوں پر جواب مضمون لکھولیکن ذرا دوررہ کر یہ خطرناک لوگ ہیں۔

۲۔کیا غلامی خاندان غلامان کے ساتھ ہی ختم ہوگئی؟

۳۔فیروز تغلق نے فیروز اللنعات کیوں لکھی تھی ؟

احوال خاندان کا مغلیہ

بابر

بابر بادشاہ شاہ سمرقند سے ہندوستان آیا تھا کہ یہاں خاندان مغلیہ کی بناڈال سکے یہ کام تو وہ بحسن وخوبی اپنے وطن میں بھی کرسکتا تھا البتہ پانی پت کی پہلی لڑائی میں اس کی موجودگی ضروری تھی یہ نہ ہوتا تو وہ لڑائی ایک طرفہ ہوتی ایک طرف ابراہیم لودھی ہوتا دوسری طرف کوئی بھی نہ ہوتا لوگ اس لڑائی کا حال پڑھ پڑھ کر ہنسا کرتے ۔

یہ بادشاہ تزک لکھتا تھا ٹوٹے پھوٹے شعر بھی کہتا تھا پشنگوئیاں بھی کرتا تھا کہ عالم دوبارہ نیست اور دو آدمیوں کو بغل میں داب کر دوڑ بھی لگایا کرتا تھا ظاہر ہے اتنی مصروفیتوں میں امور مملکت کے لئے کتنا وقت نکل سکتا ہے شراب بھی پیتا تھا یا درہے اس زمانے کے لوگوں کو مذہبی احکام کا ایسا پاس نہ تھا جیسا ہمیں کہ محرم کے عشرہ کے دوران میں شراب کی دوکانیں بند رہتی ہیں کسی کو پینی ہو تو گھر میں بیٹھ کر پیئے کابل کو بہت پسند کرتا تھا وہیں دفن ہوا اس زمانے میں کابل شہر اتنا گندہ نہیں ہوتا جتنا آج کل ہے۔

سوالات

ا۔بابر نے خاندان مغلیہ کی بنیاد کیوں رکھی خاندان تغلق یا خاندان موریا کی کیوں نہیں ؟

۲۔اگر پانی پت کی پہلی لڑائی میں بابر کے علاوہ ابراہیم لودھی بھی شریک نہ ہوتا تو اس کا کیا نتیجہ ہوتا

۳۔۱۶ءمارچ ۱۹۷۰ء

ہمایوں

ہمایوں بادشاہ نظام سقہ کا ہم عصر تھا جو ممتاز مفتی کے ایک مشہور ڈرامے کا ہیرو ہے اور چام کے دام چلایا تھا بنگالے کا صوبہ اس کے تخت نشین ہوتے ہی خود مختار ہو گیا چھ نکات پیش کرنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی بہار اور گجرات کے حاکم اور راجپوت راجے بھی سر کشی پر آمادہ ہو گئے جیئے بہار جیئے گجرات کے نعرے لگانے لگے بادشاہ کرنسی اور امور خارجہ اور ڈیفینس اپنے پاس رکھ کر مصالحت پر آمادہ تھا لیکن ان میں سے کوئی راضی نہ ہوا ایک شخص شیر شاہ نامی سکنہ تو فوج لے کر بھی چڑھ دوڑا ہمایوں نرم آدمی تھا متعصب ہندو مورخین نے اسے شکست کیا ہے۔

ہمایوں سیر و تفریح کا دلدارہ تھا دلی سے جو نکلا تو راجپوتانہ کی سیر کی سندھ کی سیر کی ایران کی بھی سیر کی ایران میں یہ پورے دس سال بیٹھا رہس تا کہ فارسی اچھی طرح سیکھ سکے اور بامحاورہ بول سکے بعد میں انتظام مملکت شتر شاہ کو سنبھالنا پڑا اسے حکومت کا چنداں تجربہ نہ تھا بادشاہی ایک خاندانی کام ہے شیر شاہ نے سوائے سڑکیں اور سرائیں بنانے کنوئیں کھدوانے چور پکڑنے اور ٹوڈرمل سے زمین کی جمع بندیاں کرنے کے کچھ نی کیا ہمایوں کا بیٹا اکبر سندھ کے سفر کے دوران امرکوٹ میں پیدا ہوا تھا اصطلاح میں اسے نیا سندھی بھی کہہ سکتے ہیں۔

ہمایوں کو علم ہیئت کا بہت شوق تھا جو سائنس کی ایک قسم ہے ایک روز چھت پر کھڑا ستارے دیکھ رہا تھا اترتے میں پاؤں پھسلا اور مر گیا انا اللہ وانا اللہ راجعون سائنس بعض خطرناک اور مہلک بھی ثابت ہوتی ہے اسی لئے تو ہمارے بزرگ اس سے چنداں رغبت نہ رکھتے تھے صرف و نحو عروض و منطق اور علوم مجلسی پر تعلیم ختم کر دیتے تھے زمین کا گول ہونا تک اس زمانے کی کتابوں سے ثابت نہیں اور سورج کے گرد چکر لگانا تو خیر اس نے بہت بعد میں شروع کیا۔

سائنس اور ایجادات کے خلاف ہمارے پاس دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر ہمایوں کے زمانے میں پانی پائپوں اور نلوں کے ذریعے آیا کرتا تو نہ مشکیں ہوتیں نہ سقے لہذا نہ اکبر ہوتا نہ شاہجہاں نہ بادشاہی مسجد نہ تاج محل نہ نور جہاں نہ اس کے کبوتر کیونکہ ہمایوں بخیرا کبر کو پیدا کیئے جمنا میں ڈوب گیا تھا ہوتا اللہ اللہ خیر سلا۔

سوالات

ا۔ ہمایوں چھت پر کھڑا کون سے ستارے دیکھ رہا تھا عام ستارے یا فلمی ستارے تم کون سے ستارے دیکھ کر پھسلنا کرو گے

۲۔ کیا آج کل بھی دو گھڑی کی بادشاہت میں رشتہ داروں کو فائدہ پہنچانے اور چام کے دام چلانے کا رواج ہے ؟

۳۔ کیا ٹونٹی دار نلکے پر سوار ہو کر دریا پار کر سکتے ہیں ؟

۴۔ سائنس اور ایجادات کے خلاف اور مثالیں تلاش کرو ؟

اکبر

آپ نے حضرت ملا دو پیازہ اور بیربل کے ملفوظات میں اس بادشاہ کا حال پڑھا ہوگا راجپوت مصوری کے شاہکاروں میں اس کی تصویر بھی دیکھی ہوگی ان کی تحریروں اوت تصویروں سے یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ سارا وقت داڑھی گھٹوائے مونچھیں ترشوائے اکڑوں بیٹھا پھول سونگھتا رہتا تھا یا لطیفے سنتا رہتا تھا یہ بات نہیں اور کام بھی کرتا تھا۔

اکبر قسمت کا دھنی تھا چھوٹا سا تھا کہ باپ یعنی ہمایوں بادشاہ ستارے دیکھنے کے شوق میں کوٹھے سے گر کر جاں بحق ہو گیا اور تاج و تخت اسے مل گیا ایڈورڈ ہفتم کی طرح چونسٹھ برس دلی عہدی میں نہیں گزارنے پڑے ویسے اس زمانے میں اتنی لمبی دلی عہدی کا رواج بھی نہ تھا دلی عہدی لوگ جونہی باپ کی عمر معقول حد سے تجاوز کرتا دیکھتے تھے اسے قتل کر کے یا زیادہ رحم دل ہوتے تو قید کر کے تخت حکومت پر جلوہ افروز ہو جایا کرتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ دن رعایا کی خدمت کا حق ادا کرسکیں ۔

اب ہم اکبری عہد کے کچھ اہم واقعات کا ذکر کرتے ہیں ۔

پانی پت کی دوسری لڑائی

پانی پت میں اس وقت تک صرف ایک لڑائی ہوئی تھی پانی پت والوں کا اصرار تھا اب ایک ہونی چاہیئے طنانچہ اکبر نے پہلی بہیرو بنگاہ کے ساتھ دھر کا رخ کیا ادھر سے ہیموں بقال لشکر جرار لے کر آیا اس کے ساتھ توپیں بھی تھیں اور ہاتھی بھی تھے ایک سے ایک سفید گھمسان کا رن پڑا ہیموں کی ہیمیت زیادہ تھی لیکن اکبری لشکر نے تابڑ توڑ حملے کر کے کھلبلی ڈال دی بعض ہمدردوں نے اس کے جدی وطن سے پیغام بھجوایا کہ تم اور ہیموں دونوں یہاں تاشقند آ ؤ صلح کرائے دیتے ہیں لیکن اکبر نہ مانا۔۔۔۔۔۔۔ہیموں ایک ہاتھی کے ہورے میں بیٹھا روپے آنے پائی کا حساب لکھ رہا تھا کہ اس لڑائی کا مال فروخت کر کے کس کاروبار میں پیسہ لگائے ناگہاں ایک تیر قضا کا پیغام لے کر اس کی آنکھ میں آن لگا اور وہ بے سدھ ہو کر گر گیا ق ہیموں بقال کو ہم تاریخ کا پہلا موشے دایان کہہ سکتے ہیں ۔

بیرم خاں کو حج کرانا

بیرم خاں اکبر کا اتالیق تھا اسی نے اس کی پرورش کی تھی اور تخت دلایا تھا اکبر نے تخت پر بیٹھنے کے بعد جب سارے اختیارات قبضے میں کر لئے تو سوچا کہ پہلے اس محسن کے احسانات کا بدلہ چکانا چاہیئے چنانچہ بیرم خاں کو بلایا۔۔۔خان بابا اب آپ جائیے حج کر آئیے کسی کو حج بھیجنا وہ خواہ وہ جانا چاہیئے یا نہ چاہیئے بڑی نیکی کا کام ہے اکبر نے اور بھی کئی لوگوں کو ان کے نہ نہ کرتے ہوئے حج و زیارت پر بھی لیکن خود ناگریز وجوہات اور چند در چند مصروفیات کی وجہ سے کبھی نہ جا سکا۔

بیرم خان حج کو جاتے ہوئے راستے میں قتل ہو گیا لیکن یہ اسکا ذاتی معاملہ تھا تاریخوں ہاں لکھا ہے کہ اکبر کو اس کے مرنے کی خبر ہوئی تو بہت رنج ہوا ضرور ہوا ہو گا۔

دین الٰہی

دینیات کی طرف اکبر کے شغف کو دیکھتے ہوئے وزیر باتدبیر ابوالفضل نے اس کے ذاتی استعمال کے لئے ایک دین الٰہی ایجاد کر دیا تھا اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس کے پہلے خلیفہ کی ذمہ داریاں خود سنبھالی لی تھیں چڑھتے سورج کی پوجا کرنا اس مذہب کا بنیادی اصول تھا مرید اکبر کے گرد جمع ہوئے تھے اور کہتے تھے کہ ایظل الٰہی تو ایسا دانا وفرزانہ ہے کہ تجھ کو تا حیات سربراہ مملکت یعنی بادشاہ وغیرہ رہنا چاہیئے اس کے نام تو ایسا بہادر ہے کہ تجھ کو بلال جرات ملنا چاہیئے بلکہ خود دے لینا چاہیئے اس کے نام کا وظیفہ پڑھتے تھے اور اسکی تعریف میں وقت بے وقت بیانات جاری کرتے رہتے تھے پرستش کی ایسی رسمیں آج کل بھی رائج ہیں لیکن ان کو دین الٰہی نہیں کہتے۔

اکبر کی حکمت عملی

اکبر میں تعصب بالکل نہ تھا خصوصا شادیوں کے معاملہ میں کچھ ریاستیں فوجوں سے فتح کیں باقی کے راجاوؤں کی بیٹیوں کو اپنے حرم میں اور ان کے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا آج کل کے سیٹھ اور مل مالک جو ایسا کرتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔

ادب کی سرپرستی وغیرہ

انارکلی ایک منیز تھی جس کی وجہ سے شہزادہ سلیم کا اخلاق خراب ہونے کا اندیشہ تھا اکبر نے اسے دیوار میں چنوا دیا ایک مصلحت اس میں یہ تھی کہ سید امتیاز علی تاج اپنا معرکہ آرا ڈرامہ لکھ سکیں اور اردو ادب کے ذخیرے میں ایک قیمتی اضافہ ہو سکے۔

درباری شاعر نظیری نیشاپوری نے ایکبار کہا کہ میں نے لاکھ روپے کا ڈھیر بھی نہیں دیکھا بادشاہ نے ایک لاکھ روپے خزانے سے نکلوا کر ڈھیو لگا دیا جب نظیر اچھی طرح دیکھ چکا تو روپے واپس خزانے میں بھجوا دیئے نظیری دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا اصل میں نظیری یہ حرکت خانخاناں کے ساتھ پہلے کر چکا تھا خانخاناں نے شاعر کی نیت کو بھانپ کر کہہ دیا تھا کہ اچھا اب یہ ڈھیر تم اپنے گھر لے جاؤ لیکن اکبر ایسا کچا آدمی نہ تھا۔

فتوحات

اکبر کا دور فتوحات کے لئے مشہور ہے اس کی قلمرو بنگالے سے دکن اور گجرات تک پھیلی ہوئی تھی کالنجر۔ میوڑا اور رنتھنبور کے راجاوؤں کو اسی نے زیر کیا تھا حکومت کے آخری دنوں میں قندھار بھی فتح کیا تو بادشاہ کو بیان دینا پڑا کہ میں نے نہیں کیا ہاں شہزادہ سلیم نے شاید کیا ہو سو وہ میرے کہنے میں نہیں۔

سوالات

۱۔ پانی پت کی دوسری لڑائی بھی پانی پت ہی میں کیوں ہوئی ؟ کہیں اور کیوں نہیں ہوئی

۲۔ اردو ڈرامہ وغیرہ کے فروغ میں حصہ لینے کا کیا طریقہ ہے ؟

۳۔ تم ان پڑھ رہ کر اکبر بننا پسند کرد گے یا پڑھ لکھ کر اس کا نورتن ؟

اکبر کے نورتن

اکبر ان پڑھ تھا بعض لوگوں کو گمان ہے کہ ان پڑھ ہونے کی وجہ سے ہی اتنی عمدہ حکومت کر گیا اس کے دربار میں پڑھے لکھے نوکر تھے نورتن کہلاتے تھے یہ روایت اس زمانے سے آجتک چلی آتی ہے کہ ان پڑھ
لوگ لکھوں کو نوکر رکھتے ہیں اور پڑھے لکھے اس پر فخر کرتے ہیں ان نورتنوں کا حال ہم نیچے لکھتے ہیں ۔

راجا ٹوڈرمل

موتمن الدولہ عمدہ الملک راجہ ٹوڈرمل اپنے زانے کا بڑا لائق آدمی گنا جاتا ہے اکبر کا دیوان ہونے سے پہلے یہ راجائے راجگان مہا راجہ سام گڑھ کی سرکار میں رہ چکا تھا اور اپنی وفاداری میں اب بھی ایسا راسخ تھا کہ جب تک علی الصبح اشنان کر کے مہاراجہ موصوف کی مورتی کو ڈنڈرتنہ کر لیتا کھانے کو ہاتھ نہ لگاتا تھا اس کی کوشش تھی کہ اکبر اس کی دلی نعمت سے دوستی رکھے کسی اور سے نہ رکھے لیکن بعض لوگ مہاراجہ سام گڑھ کو اچھا نہ سمجھتے تھے مثلاً ذوالفقار الدولہ خانخاناں راجا ٹوڈرمل نے بادشاہ کے مزاج میں دخیل ہو کر خانخاناں کو معزدل کرا دیا بعض کئے ہیں کہ بددل ہو کر خود ہی چھوڑ گیا چند امرار کو تو راجہ ٹوڈرمل نے ملک بدر بھی کرا دیا راجا ٹوڈرمل حساب کتاب اور جوڑ توڑ کا باہر تھا اس کے

عہد میں ملک نے اقتصادی طور پر بڑی ترقی کی بادشاہ کے عزیز اس کے سایہ عاطفت میں دیکھتے دیکھتے مالا مال ہو گئے جو چیز قبل از اں ایک روپیہ ملتی تھی راجہ ٹوڈرمل کی خوش تدبیری کے باعث بازار میں چار روپیہ میں ہر جگہ آسانی سے دستیاب ہونے لگی نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کا میعار زندگی بڑھتا چلا گیا سنبھانا مشکل ہو گیا۔

اکبر نے ٹوڈرمل کو منصب پنج ہزاری دے رکھا تھا لیکن وہ موقع منسب دیکھ کر دوبارہ سام گڑھ چلا گیا راجگان نے اس کی خدمت کے اعتراف میں اسے عہدہ بست ہزاری سے سرفراز کیا۔

خانخاناں

خانخاناں کو خطاب ذوالفقار الدولہ کا رکھتا تھا اکبر کا سب سے کم عمر وزیر تھا ذہین اور خوش تقریر اکبر اسے بہت عزیز رکھنے لگا اور باہر کی ولایتوں سے ہر طرح کی معالمت اس کے سپرد کر رکھی تھی ٹوڈرمل کو یہ بات پسند نہ آئی کیونکہ خانخاناں کا میلان مہاراجہ سام گڑس کی بجائے فغفور چین کی طرف زیادہ تھا آخر نورتنوں کے حلقے سے نکلوا کر دم لیا کہتے ہیں کہ پانی پت کی دوسری لڑائی کے سلسلے میں بھی بادشاہ سے خانخاناں کے اختلافات ہو گئے تھے اکبر ہیموں بقال سے صلح پر آمادہ تھا خانخاناں اس کا مخالف تھا خانخاناں کو یہ بھی پسند نہ تھا کہ امراء بڑی بڑی جاگیروں پر قابض ہوں یا علماء جائدادیں بنائیں اس لئے دربار کے علماء بھی اس سے ناراض ہو گئے تھے اور اس کے عقائد میں نقص نکالنے لگے تھے۔

خانخاناں نبید دل ہو کر پرچم بغاوت بلند کیا تو لاکھوں لوگ اس سے آ ملے لیکن ان میں روسا اور خاندانی امیر بہت کم تھے زیادہ تر عم طبقے کے آدمی تھے خانخاناں اپنا دربار پیپل کے ایک درخت کے نیچے لگاتا تھا اس لئے اس کے حامی بھی پیپل والے مشہور ہوئے ۔

ابوالفضل

اکبر کا یہ مشیر با تدصیح معنوں میں رتن تھا بحر علم کا گوہر یکتا رموز مملکت کے علاوہ ادب و انشا میں بھی دستگاہ کامل رکھتا تھا کہتے ہیں بادشاہ کو دین الٰہی کے راستے پر یہی لایا پرچہ نویسوں کو یہ ہدایت تھی کہ کوئی بات بادشاہ کے خلاف نہ لکھیں ہاں تعریف کرنے پر کوئی پابندی نہیں دسویں سن جلوس کے دھوم دھامی جشن مہتابی کا سہرا بھی مورخین ابوالفضل ہی کے سر باندھتے ہیں اسی نے بادشاہ سے اس کی تزک لکھوائی جس کی دھوم فرنگستان سے جاپان تک ہوئی ملا عبدالقادر اور بدایونی کا کہنا ہے کہ ابوالفضل نے خود لکھ کر دی بادشاہ کو کہاں لکھنا آتا تھا واللہ اعلم۔

فیضی، بیربل اور مخدوم الملک وغیرہ

نورتنوں میں اور بھی کئی باکمال تھے مثلاً فیضی کہ دربار میں ملک الشعراء تھا اگر کوئی بادشاہ سے ذراسی بھی سرتابی کرتا تھا تو یہ اس کو بے نقط سناتا تھا بہت سے لوگ اس کے بے نقط کلام کی وجہ سے بادشاہ کے اور خلاف ہو گئے ۔

بیان الدولہ لطائیف الملک راجہ بیربل کا ذکر بھی ضرور ہے یہ بھاٹوں کے چودھری تھے ایک بیان دے دیتے تھے لوگ بہت دن اس پر ہنستے رہتے تھے اکبر کے ایک نورتن مخدو مالمہلک عبداللہ سلچان پوری تھے مخدوم الملک اچھے اچھے خواب دیکھ کر بادشاہ پ کو بشارتیں دیا کرتے تھے مشائخ کا ایک حلقہ بھی بنا رکھا تھا جو چلے کاٹ کاٹ بادشاہ کی درازی حکومت کے لئے دعائیں کرتے تھے افسوس موسم کی خرابی کی وجہ سے اکثر دعائیں اوپر باب قبول تک نہ پہنچ پاتی تھیں راستے ہی سے لوٹ آتی تھیں ۔

اسے اکبر کا کمال جاننا چاہیئے کہ ایسے نورتنوں اور باکمالوں کے وصف پچاس برس حکومت کر گیا آج کل تو لوگ دس برس مشکل سے نکالتے ہیں ۔

سوالات

ا۔ سام گڑھ کیاں واقع ہے اس کے راجہ کا نام، پتہ، ولدیت، سکونت وغیرہ لکھو ؟
گھبرانے کی ضرورت نہیں ۔

۲۔ وفاداری بشرط استواری کے موضوع پر جواب مضمون لکھو اور نوڈرمل کی زندگی سے مثرالیں رو

جہانگیر اور بے بی نور جہاں

اکبر کے بعد جہانگیر تخت پر بیٹھا وہ اکبر کا بیٹا تھا اگر اس کا باپ ہوتا یقیناً اس سے پہلے تخت پر بیٹھتا ۔

جن لوگوں نے سہراب مودی کی فلم پکار دیکھی ہے ان کے لئے جہانگیر کی ذات اور کارنامے محتاج تعارف نہ ہوں گے اس کی بیوی نور جہاں تھی جو ملکہ ترنم تو نہ تھی لیکن بعض اور کمالات رکھتی تھی ابھی نوعمری ہی تھی کہ لوگوں کے کبوتر پکڑ کر اڑا دیا کرتی تھی خصوصا دلی عہدوں وغیرہ کے بعد میں ایسی زوردار ملکہ ثابت ہوئی کہ بڑے بڑوں کے ہاتھوں کے طوطے اسے دیکھتے ہی اڑا جایا کرتے تھے جہانگیر کو بڑا ہی زیرک اور سمجھدار جاننا چاہیئے کہ اس نے محض کبوتروں کے اڑانے سے نور جہاں کی لیاقت کا اندازہ کر کے اس سے شادی کر لی تھی اس کے

سلیقہ شعار پاپن صوم وصلوۃ یا کشیدکاری کا ماہر وغیرہ ہونے کی شرط نہ رکھی تھی ۔

جہانگیر کی بیوی کے علاوہ اس کا عدل بھی مشہور ہے اس نے محل کے باہر ایک زنجیر اور زنجیر سے ایک گھنٹہ لٹکا رکھا تھا پاس ہی دربان بٹھا دیئے تھے کوئی فریادی نزدیک آنے کی کوشش کرے تو اس کے ڈنڈا رسید کریں پھر بھی کوئی نہ کوئی شخص گھنٹہ بجانے میں کامیاب ہوجاتا تھا اور بادشاہ کو بے وقت جگاتا تھا اس کی سزا بھی پاتا ہوگا۔

جہانگیر کا عدل اس کے زمانے کے حساب سے تھا نظام عدل میں ایسی ترقیاں بعد کو انگریز کے زمانے میں ہوئیں کہ مقدمہ چلتا ہے تو برسوں چلتا ہے فیصلہ ہونے تک فریقین اگر زندہ ہوں تو یہ بھی بھول چکے ہوتے ہیں کہ جھگڑا کس بات کا تھا زنجیر اور گھنٹے والا نظام آج رائج کیا جائے تو یہ خطرہ ہے کہ لوگ یہ چیزیں ہی چرا لے جائیں گے بیچ کھائیں گے ۔

جہانگیر نے فتوحات زیادہ نہیں کیں بس بیٹھا تزک لکھتا رہتا تھا انصاف کرتا رہتا تھا شراب پیتا رہتا تھا اور نور جہاں سے محبت کرتا رہتا تھا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مورخین کی یہ عادت ہے کہ غلط باتیں لکھتے رہتے ہیں ایک بات یہ لکھ دی کہ جہانگیر نی شیر افگن کو جو نور جہاں کا ہلا شوہر تھا مروا دیا تھا تاکہ اس کسے شادی کرسکے یہ غلط ہے جہانگیر نے تو اسے بہت مرنے سے روکا لیکن وہ مر ہی گیا ۔

اکبر کے باب میں بھی ہم مورخین کی ایک غلط بیانی کی تردید کرنا بھول گئے تھے اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ اکبر نے چتوڑ فتح کیا تو تیں ہزار آدمی تیغ کے گھاٹ اتار دیئے یہ صحیح نہیں اکبر ہرگز ایسا سفاک نہ تھا ملا عبدالقادر بدایونی نے مقتولین کی تعداد آٹھ ہزار اور فرشتہ نے دس ہزار لکھی ہے اسی کو صحیح جاننا چاہیئے ۔

سوالات

ا۔ کیا کوئی بھی لڑکی کبوتر اڑا دیتی تو جہانگیر اس سے شادی کر لیتا ؟

۲۔ جہانگیر اکبر کے بعد کیوں تخت پر بیٹھا بلکہ تخت پر بیٹھا ہی کیوں ؟

۱۴ اپریل ۱۹۷۰ء

شاہ جہاں اور تاج محل

شاہ جہاں جہانگیر کا بیٹا اور اکبر کا پوتا تھا کسی معرکہ یا عمارتی ٹھیکیدار کا نور نظر نہ تھا نہ کسی پی ڈبلیو ڈی والے کا مورث اعلیٰ تھا جیسا کہ لوگ اسے اتنی ساری عمارتیں بنانے کی وجہ سے سمجھ لیتے ہیں ۔

تاج محل اس کی بنائی ہوئی عمارتوں میں سب سے پہلے زیادہ مشہور ہے اس کی تعمیر میں بھی اتنے ہی برس لگے اگر کوئی فرق ان دونوں مقبروں کی خوبصورتی اور تعمیر میں ہے تو اس کی وجہ ظاہر ہے شاہجہاں کے زمانے تک تعمیر اور نقشہ سازی میں اتنی ترقیاں نہ ہوئی تھی پتھر وغیرہ ڈھونے گھسنے چمکانے وغیرہ کے طریقے بھی پرانے اور دیر طلب تھے مشینی گاڑیاں اور بجلی کی سریع الرفتار مشینیں بھی ایجاد نہ ہوئی تھیں ایک بات یہ بھی ہے کہ قائداعظم کروڑوں آدمیوں کے محبوب تھے جبکہ ممتاز محل صرف ایک شخص کی محبوبہ بایں ہمہ اس زمانے کے اعتبار سے ہم تاج محل کو بہت اچھی عمارت کہہ سکتے ہیں ۔

شاہ جہاں بہت دور کی نظر رکھتا تھا تاج محل نہ ہوتا تو آج بھارت کی ٹورسٹ ٹریڈ کو اتنی ترقی نہ ہوئی اتنا زرمبادلہ نہ حاصل ہوتا اس کے دیگر متائج بھی دوررس ہیں تاج محل نہ ہوتا تو تاج محل بیڑی بھی نہ ہوتی تاج محل چپل بھی نہ ہوتی تاج محل مکھن نہ ہوتا جو صحت بخش اجزا کا مرکب ہے اور جسے تیاری کے دوران میں ہاتھوں سے نہیں چھوا جاتا حتی کہ کپڑے دھونے کی خاطر تاج محل صابن بھی نہ ہوتا یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ تاج محل نہ ہوتا تو لوگ کیلینڈروں پر تصویریں کس چیز کی چھاپتے ۔

شاہجہاں نے کئی مسجدیں بھی بنائیں موتی مسجد اور دلی کی جامع مسجد وغیرہ لال قلعہ بھی بنایا بہادر شاہ ظفر اسہ میں مشاعرہ وغیرہ کرایا کرتے تھے تخت طاؤس بھی شاہجہاں ہی نے بنایا تھا اس میں اپنی طرف سے ہیرے جواہر وغیرہ جڑے تھے لیکن اس کے جانشینوں کو پسند نہیں آیا محمد شاہ نے اسے اٹھا کر نادر شاہ گڈریے کو دے دیا وہ ایران لے گیا اور اس کا کھوپرا کھالیا۔

شاہجہاں کا زمانہ امن کا زمانہ تھا پھر بھی اس نے چند فتوحات کر ہی ڈالیں تاریخوں والے لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں چوری چکاری بھی نہیں ہوتی تھی رشوت خوری بھی نہ تھی خدا جانے اس زمانے کے اہل کار کیا کھاتے ہوں گے۔

جہانگیر کا مقبرہ بھی شاہجہاں نے بنایا تھا یہ قیاس کرنا غلط ہے کہ شیر افگن نے بنوایا ہوگا ۔

۱۶ اپریل ۱۹۷۰ء

عالمگیر بادشاہ

شاہ اورنگ زیب عالمگیر بہت لائق اور معتدین بادشاہ تھا دین اور دنیا دونو پر نظر رکھتا تھا اس نے کبھی کوئی نماز قضا نہ کی اور کسی بھائی کو زندہ نہ چھوڑا بعض لوگ اعتراض بھی کرتے ہیں موخر الذکر بات پر حالانکہ یہ ضروری تھا اس کے سب بھائی نالائق تھے جیسے کہ ہر بادشاہ کے بھائی ہوتے ہیں نالائق نہ ہوں تو خود پہل کر کے بادشاہ کو قتل نہ کر دیں ۔

بعض ہندو مورخین نے عالمگیر کے متعلق بہت غلط بیانیاں کی ہیں مثلاً کہ وہ متعصب تھا یہ بالکل غلط ہے اگر تعصب ہوتا تو جو سلوک اپنے بھائیوں سے کیا وہ ہندو راجاوں وغیرہ سے کرتا تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے اس نے کئی مندروں کو جاگیریں مسجدوں کو دیتا یہ بات بھی اس کی بے تعصبی کے ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہے کہ اس نے ہزاروں میل دور عکن جا کر ابوالحسن تانا شاہ کی سرکوبی کی حالانکہ وہ دلی کی سلطنت کا خواہاں نہ تھا اور مسلمان بھی تھا اس کے مقابلے مین شیو جی کو بلا کر دربار میں پنج ہزاری منصب دیا بیشک وہ بھاگ گیا اور باغی ہو گیا لیکن یہ اس کا فعل ہے۔

عالمگیر کی نیک نفسی کا ثبوت میں اتنا لکھنا کافی ہے کہ مغلوں م، یں یہ واحد بادشاہ ہے کہ رحمتا للہ علیہ کہلاتا ہے جتنی کتابیں اس کی صفائی میں لکھی گئی ہیں کسی اور بادشاہ کی صفائی میں نہیں لکھی گئیں شراب نہ پیتا تھا نہ پینے دیتا تھا گانا نہ سنتا اور نہ سننے دیتا تھا تاریخوں میں آیا کہ لوگوں نے ایک جنازے تیار کیا اور لے چلے بادشاہ نے پوچھا یہ کس کا جناہ ہے لوگوں نے کہا موسیقی کا عالمگیر رحمتہا للہ علیہ نے کہا اس کو کتنا گہرا دفن کرنا کہ پھر نہ نکل سکے کبھی کبھی پکا گانا سنتے ہوئے یا فلمی موسیقی پر سر دھنتے ہوئے ہم سوچتے ہیں کہ کاش لوگوں نے اس دانش مند بادشاہ کی اس بات پر عمل کیا ہوتا یعنی ذرا زیادہ گہرا دفن کیا ہوتا ۔

سراج الدین ظفر بہادر شاہ

یہ سلطنت مغلیہ کے آخری بادشاہ تھے ان تک پہنچتے پہنچتے تو باقی نہ رہی تھے فقط مغلیہ رہ گئی تھی یہ ظفر الدین الملت والدین ظل الٰہی بادشاہ غازی، بہادر شاہ، اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کہلاتے تھے التصاب وآداب بڑھتے جاتے تھے ویسے ان کے والد شاہ عالم کی سلطنت کافی وسیع تھی دلی سے پالم تک پھیلی ہوئی تھی انگریزوں نے لے لی۔

یہ بادشاہ سلامت ہمارے دوست سراج الدین ظفر کے جو غزال وغزل پر آدم جی انعام پا چکے ہیں فقط ہمنام ہی نہ تھے ان کی طرح شاعر بھی تھے مولوی حسین آزاد نے جو ذوق کے لوگ تھے لکھا ہے کہ بادشاہ مصروفیات کی وجہ سے خود نہیں لکھ پاتے تھے استاد ذوق غزل کا مسودہ بناتے تھے یہ اس میں تخلص ڈال کر اپنے نام سے پڑھ دیتے تھے اگر یہ سچ ہے تو استاد ذوق بہت ایثار پیشہ آدمی تھے اچھے اچھے شعر چن کر بادشاہ کو دے دیتے تھے برے برے اپنے دیوان میں شامل کرنے کے لئے رکھ لیتے تھے ۔

غالب بھی الٰہی انہی بادشاہ سلامت کے دربار سے وابستہ تھے وظیفہ پاتے تھے اور دعا دیتے تھے مصاحبی کرتے تھے اور اتراتے تھے ورنہ شہر میں ان کی کچھ آبرو نہ تھی پھرا کرتے تھے اور ادھار کھاتے تھے دوکانداروں نے انہی کے زمانے میں تختیاں لگانی شروع کیں ۔

ادھار بند ہے ۔

ادھار مانگ کر زرمندہ مت کریں

قرض محبت کی قینچی ہے وغیرہ

غالب نے ایک بار بادشاہ کو دعا دی تھی

تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

انھوں نے یہ حساب نہ لگایا کہ یہ تو ایک لاکھ تیس ہزار دو سو اٹھانوے سال بن جاتے ہیں اچھا ہوا ان کی دعا قبول نہ ہوئی شاہی تولد گئی تھی بادشاہ سلامت اتنے دن کیا کرتے کہاں سے کھاتے ۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ

مہا راجہ رنجیت سنگھ پنجاب کے مہاراجہ جاتھے اوران کا نام رنجیت سنگھ تھا اسی لئے ان کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کہتے ہیں۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا انصاف مشہور ہے ویسے تو ہندوستان کے سبھی راجاوں کا انصاف مشہور ہے لیکن یہ واقعی سب کو ایک آنکھ سے دیکھتے تھے سزا دینے میں مجرم اور غیر مجرم کی تخصیص نہ برتتے تھے جو شخص کوئی جرم نہ کرے وہ بھی پکڑا آتا ہے فرماتے تھے علاج سے پرہیز بہتر ہے اس وقت اس شخص کو سزا نہ ملتی تو آگے چل کر ضرور کوئی جرم کرتا ۔

بعد کے حکمرانوں نے انہی کی تقلید میں جرم نہ کرنے والے کو حفظ ماتقوم کے طور پر سزا دینے اور جیل بھجوانے کا اصول اختیار کیا کبھی مجرم کو بھی سزا دیتے ہیں اگر وہ ہاتھ آجائے اور اس کا وکیل اچھا نہ ہوتا ۔

ٹھگی کا انسداد کیسے ہوا

جس زمانے کا یہ ذکر ہے اس زمانے میں ملک میں ٹھگی بہت ہوگئی تھی ٹھگ لوگوں کو راہ چلتے لوٹ چلتے لیتے تھے آخر والی ملک نے محکمہ انسداد ٹھگی قائم کیا اور یہ قانون بنایا کہ سب عمال اور اہل کار لوٹ کے مال میں سے حصہ وصول کیا کریں لوگوں کی ہچکچاہٹ دور کرنے اور حوصلہ کے لئے والی نے خود حصہ لینا شروع کر دیا ٹھگوں نے جب یہ دیکھا کہ ہمارے پاس تو کچھ بچتا ہی نہیں بلکہ پلے سے دینے کی نوبت آگئی ہے تو ٹھگی سے توبہ کی اور رفتہ رفتہ اس کا بالکل انسداد ہوگیا ۔

ایک سبق گرامر کا

لفظوں کے الٹ پھیر کے علم کو گرامر کہتے ہیں لفظوں کا مجموعہ جملہ کہلاتا ہے یہ مجموعہ زیادہ بڑا اور لمبا ہو جائے تو اسے میر جملہ کہتے ہیں اب چونکہ جملے بازی اور فقرے بازی لوگ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اس لئے گرامر کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہو گئی ہے ۔

شاعر گرامر کو عروض کہتے ہیں ۔

پرانے لوگ عروض کا نام لیجئے تو پوچھتا ہے وہ کیا چیز ہوتی ہے ہم نے ایک شاعر کے سامنے عروض کا نام لیا۔۔ بولے خرافات پسند نہیں بس میری غزل سنیئے اور جایئے۔

عروض میں بحریں ہوتی ہیں جن میں بعض بہت گہری ہوتی ہیں نومشق ان میں اکثر ڈوب جاتے ہیں اسی لئے احتیاط پسند لوگ شاعری اور عروض کے پاس نہیں جاتے عمر بھر لکھتے رہتے ہیں ۔

لفظ اور صیغے

پرانے زمانے میں تذکیر و تانیث کے قاعدے مقرر تھے قاعدے یاد ہو تو لباس اور بالوں وغیرہ سے پہچان ہو جاتی تھی اب مخاطب سے پوچھنا پڑتا ہے کہ تو مذکر ہے یا مونث ہے اور بتا تیری رضا کیا ہے اس کے بعد اس سے صحیح سیغے میں گفتگو کرتے ہیں یا ایران ہو تو اس کے ساتھ صیغہ کرتے ہیں ۔

بہت سے واحد ایک جگہ اکٹھے ہوں تو جمع کے صیغے میں آجاتے ہیں جمع کے صیغے میں تھوڑی احتیاط ضروری ہے خصوصا جن دونوں شہر میں دفعہ ۱۴۴ لگی ہوئی ہو ان دنوں جمع نہیں ہونا چاہیئے واحد بنا ہی اچھا ہے ۔

فعل ماضی

ماضی میں کسی شخص نے جو فعل ہو اسے فعل ماضی کہتے ہیں کرنے والا عموما اسے بھولنے کی کوشش کرتا ہے لیکن لوگ نہیں بھولتے ۔

ماضی کی کئی قسمیں مشہور ہیں سب سے زیادہ مشہور شاندار ماضی ہے جس قوم کو اپنا مستقبل ٹھیک نظر نہ آئے وہ اس صیغے کو بہت استعمال کرتی ہے ایک ماضی شکیہ ہے جن لوگوں نے ریس میں یا تاش پر شرطیں بد بد کر اپنا ماضی تباہ کیا ہو ان کی ماضی کو شرطی کہتے ہیں چونکہ ان لوگوں کی تمنا ہوتی ہے کہ اور پیسے آئیں تو ان کو بھی ریس میں لگائیں اس لئے شرطی اور تمنائی دونوں ماضیاں ساتھ ساتھ آتی ہیں ۔

جس کی دو اور قسمیں ماضی قریب اور ماضی بعید کو حتی الوسیع قریب نہ آنے دینا چاہیئے جتنی بعید رہے گی اور جتنے اس پر پردے پڑے رہیں گے اتنی ہی بھلی معلوم ہو گی ماضی کا بعید رہنا مستقبل کے لئے بھی اچھا ہے۔

فعل مستقبل

جو لوگ آج کا کام کل پر ٹالتے ہوں ان کے ہر فعل کو فعل مستقبل کہا جاتا ہے میں یہ کروں گا میں وہ کروں گا فعل مستقبل ہی کی مثالیں ہیں الیکشن وغیرہ کے دنوں میں ساری گفتگو عموماً فعل مستقبل کے صیغوں ہی میں ہوتی ہیں ۔

فعل کی دیگر قسمیں

فعل کی بنیادی قسمیں دو ہیں جائز فعل، ناجائز فعل ہم صرف جائز قسم کے افعال سے بحث کریں گے کیونکہ قسم دوئم پر پنڈت کوکا آنجہانی اور جناب جوش ملیح آبادی مبسوط کتابیں لکھ چکے ہیں ۔

فعل کی دو قسمیں لازم اور فعل متعدی بھی ہیں فعل لازم وہ ہے جو کرنا لازم ہو مثلاً انسر کی خوشمد حکومت سیڈ رنا بیوی سے جھوٹ بولنا وغیرہ فعل معتدی عموماً معتدیا امراض کی طرح پھیل جاتا ہے ایک شخص کنبہ پرودی کرتا ہے دوسرے بھی کرتے ہیں ایک رشوت کیتا ہے دوسرے اس سے بڑھ کر لیتے ہیں ایک بناسپتی گھی کا ڈبہ پچیس روپے میں کر دیتا ہے دوسرا گوشت کے ساڑھے بارہ روپے لگاتا ہے لطف یہ ہے کہ دونوں اپنے فعل متعدی کو فعل لازم قرار دیتے ہیں ان افعال میں گھاٹے میں صرف مفعول کو فعل لازم قرار دیتے ہیں ان افعال میں گھاٹے میں صرف مفعال رہتا ہے یعنی عوام فالحل کی شکایت کی جائے تو وہ فائل میں دب جاتی ہے۔

فعل حال

یہ بھی دو طرح کا ہوتا ہے اچھا حال اور برا حال عموماً حال ہوتا ہے لیکن ان کے دیکھے سے جو منہ پر رونق آجاتی ہے تو وہ سمجھتا ہے اچھا ہے ان حرف اشارہ ہے یہ اشارہ محبوب کی طرف ہے عزیز طالب علموں تم اپنے محبوب سے اشارہ کر سکتے ہو لیکن اپنی ذمہ داری پر۔

۳فروری ۱۹۷۱ء

ریاضی کے قاعدے

ابتدائی حساب

حساب کے چار بڑے قاعدے ہیں

جمع ،تفریق ، ضرب ، تقسیم

پہلا قاعدہ ۔جمع

جمع کے قاعدے پر عمل کرنا آسان نہیں

خصوصا مہنگائی کے دنوں میں

سب کچھ خرچ ہوجاتا ہے

کچھ جمع نہیں ہو پاتا

جمع کا قاعدہ مختلف لوگوں کے لئے مختلف ہے

عام لوگوں کے لئے ا ا

کیونکہ انکم ٹیکس والے لے جاتے ہیں

تجارت کے قاعدے سے حاصل جمع اور زیادہ ہوجاتا ہے

رشوت کے قاعدے سے حاصل جمع زیادہ سے ززززیادہ آئے بشرطیکہ پولیس مائع نہ ہو ۔

قاعدہ ہی اچھا جس میں حاصل جمع زیادہ سے زیادہ آئے بشرطیکہ پولیس مائع نہ ہو۔

ایک قاعدہ زبانی جمع خرچ کا ہوتا ہے

یہ ملک کے مسائل حل کرنے کے کام آتا ہے

تفریق

میں سندھی ہوں تو سندھی نہین ہے

میں بنگالی ہوں تو بنگالی نہیں ہے

میں مسلمان ہوں تو مسلمان نہیں ہے

اس کو تفریق پیدا کرنا کہتے ہیں

حساب کا یہ قاعدہ بھی قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے

تفریق کا ایک مطلب ہے منہا کرنا

یعنی نکالنا ایک عدد میں سے دوسرے عدد کو

بعض عدد از خود نکل جاتے ہیں

بعضوں کو زبردستی نکالنا پڑتا ہے

ڈنڈے مار کر نکالنا پڑتا ہے

فتوے دے کر نکالنا پڑتا ہے
ایک بات یاد رکھیئے
جو لوگ زیادہ جمع کر لیتے ہیں
وہی زیادہ تفریق بھی کرتے ہیں
انسانوں اور انسانوں میں
مسلمانوں اور مسلمانوں میں

عام لوگ تفریق کے قاعدے کو پسند نہیں کرتے
کیونکہ حاصل تفریق کچھ نہیں آتا
آدمی ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے

ضرب

تیسرا قاعدہ ضرب کا ہے
ضرب کی کئی قسمیں ہیں
مثلاً ضرب خفیف ،ضرب شدید ،ضرب کاری وغیرہ
ضرب کی ایک اور تقسیم بھی ہے
پتھر کی ضرب ۔لاٹھی کی ضرب ،بندوق کی ضرب
علامہ اقبال کی ضرب کلیم ان کے علاوہ ہے
حاصل ضرب کا انحصار اس پر ہوتا ہے کہ ضرب کس چیز سے دی گئی ہے یا لگائی ہے
آدمی کو آدمی سے ضرب دیں تو حاصل ضرب بھی آدمی ہی ہوتا ہے
لیکن ضروری نہیں کہ وہ زندہ ہو
ضرب کے قاعدے سے کوئی سوال حل کرنے سے پہلے تعزیرات پاکستان پڑھ لینی چاہیئے ۔

تقسیم

یہ حساب کا بڑا ضروری قاعدہ ہے سب سے زیادہ جھگڑا اسی پر ہوتے ہیں
تقسیم کا مطلب ہے بانٹنا
اندھوں کا آپس میں ریوڑیاں بانٹنا
بندر کا بلیوں میں روٹی ماٹنا
چوروں کا آپس میں مال بانٹنا
اہلکاروں کا آپس میں رشوت بانٹنا
تقسیم کا طریقہ کچھ مشکل نھیں ہے
حقوق اپنے پاس رکھیے
فرائض دوسروں میں بانٹ دیجئے
روپیہ پیسہ اپنے کیسے میں ڈالیے
قناعت کی تلقین دوسروں کو کیجئے

آپ کو مکمل گر یاد ہو
تو کسی پہاڑا مع گر یا ہو
تو کسی تقسیم کی کانوں کان خبر نھیں ھو سکتی آخر کو ۱۲ کروڑ کی دولت کو ۲۲ خاندانوں نے آپس میں تقسیم کیا ہی ہے
کسی کو پتہ چلا

سوالات

۱۔ تفریق کے قاعدے سے دودھ میں سے مکھی نکالو ؟
۲۔ آدمی ضرب مسلسل کی تاب کہاں تک لاسکتا ہے ؟
۳۔ جو اندھے نہیں وہ بھی ریوڑیاں اپنوں ہی میں کیوں بانٹتے ہیں ؟

ابتدائی الجبرا

یہ بھی ایک قسم کا حساب ہے طونکہ طالن علم اس سے گھبراتے ہیں اور یہ جبرا پڑھایا جاتا ہے اس لئے الجبرا کہلاتا ہے
حساب اعداد کا کھیل ہے الجبرا حرفس کا ان میں سب سے مشہور حرف لا ہے جسے لا لکھتے ہیں اس کلے کچھ معنی نہیں بلکہ یہ ایسا ہے کہ کسی اور لفظ کے ساتھ جائے تو اس کے معنی بھی سلب کر لیتا ہے جس طرح لا دلد دو غیرہ بعض مستشنیات بھی ہیں مثلا لا ہور ۔ لاڑکانہ۔ لالیٹین ۔ لالو کھیتو غیرہ اگر ان لفظوں کے ساتھ لا نہ ہوتو ہور۔ ڑکانہ لیٹن اور لولوکھیت کے کچھ معنی نہ نکلیں ۔

آزمائے کو آزمانا جہل کہتے ہیں لیکن الجبرا میں آزمائے کو ہی آزماتے ہیں اچھے خاصے پڑھے لکھوں کو نئے سرے سے ا، ب،، ج سکھاتے ہیں بلکہ ان کے مربعے بھی نکلواتے ہیں۔

الجبرا کا ہماری طالب علمی کے زمانے میں کوئی خاص مصرف نہ تھا اس سے صرفا سکولوں کے طلبہ کو فیل کرنے کا کام کیا جاتا تھا لیکن آج کل یہ عملی زندگی میں خاصا استعمال ہوتا ہے دکاندار اور گداگر اس قاعدے کو زیادہ استعمال کرتے ہیں۔

بعض رشتوں میں الجبرا یعنی جبر کا شائبہ ہوتا ہے جیسے مدران لا۔ فادران لا، وغیرہ مارشل لا کو الجبرے ہی کا ایک قاعدہ سمجھنا چاہیئے۔

سوالات

ا۔ لا کو مربہ ڈالو ۔ بوتل میں ڈالو گے مرتبان میں ؟
۲۔ لالا لاچند کو لا سے تقسیم کرو ۔

ابتدائی جیومیٹری

جیومیٹری کی لکیروں کا کھیل ہے علمائے جیومیٹری کو ہم لکیر کے فقیر کہہ سکتے ہیں دنیا نے اتنی ترقی کر لی ہر چیز بشمول سائنس اور مہنگائی کہاں سے کہاں پہنچ گئی لیکن جیومیٹری والوں کے ہاں اب تک زاویہ قائمہ ۹۰ درجہ کا ہوتا ہے اور مثلث کے اندرونی زاویوں کا مجموعہ ۱۸۰ درجے سے تجاویز نہیں کرپاتا امریکہ اور روس اور ہر معاملہ میں لڑتے ہیں اس معاملے میں ملی بھگت ہے ہم اپنے ملک میں اپنی پسند کا نظام لائیں گے تو اپنی اسمبلی میں ایک قانون بنوائیں گے چند درجے ضرور بڑھائیں گے نہ ہوئی کہ اس کے چار سے پانچ یا چھ ضلعے کر دے ایک آدھ فالتو ہے تو اچھا ہی ہے مغربی پاکستان کے ضلعوں میں ہم ردوبدل کرتے رہتے ہیں تو مستطیل وغیرہ ہم تھوڑا تھوڑا حال ان کا لکھتے ہیں۔

خط

خط کی کئی قسمیں ہیں **خط مستقیم** ۔ یہ بالکل سیدھا ہوتا ہے اس لئے اکثر نقصان اٹھاتا ہے سیدھے آدمی بھی نقصان اٹھاتے ہیں

خط منحنی ۔ یہ ٹیڑھا ہوتا ہے بالکل کھیر کی طرح لیکن اس میں میٹھا نہیں ڈالا جاتا۔

خط تقدیر ۔ اسے فرشتے پکی سیاہی سے کھینچتے ہیں یہ مستقیم بھی ہوتا ہے منحنی بھی اس کا مٹنا مشکل ہوتا ہے ۔

خط شکستہ ۔ یہ وہ خط ہے جس میں ڈاکٹر نسخے لکھتے ہیں تبھی تو آج کل اتنے لوگ بیماریوں سے نہیں مرتے جتنے خلط دواؤں کے استعمال سے مرتے ہیں۔

خط استوار ۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ کہیں تو دنیا میں دن رات برابر ہوں کہیں تو مساوات نظر آئے۔

خط کی دو اور قسمیں مشہور ہیں

حسینوں کے خطوط ۔ یہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جن میں دور بہت دور افق کے پہار جانے کا ذکر ہوتا ہے جہاں ظالم سماج نہ پہنچ سکے یہ تصویر بتاں کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں دوسرے وہ جو حسینوں کے چہرے پر ہوتے ہیں اور جن کو چھپانے کے لئے ہر سال کروڑوں روپے کی کریمیں ۔لوشن پوڈر ۔وغیرہ صرف کئے جاتے ہیں۔

ایک خط پرانے اردو شعراء کے معشوقوں کے چہرے پر آیا کرتا تھا جس کے بعد عاشق کو یہ دوسری قسم کے خط بلکہ رجسٹری لفافے آنے شروع ہو جاتے تھے کسی شاعر کا شعر ہے۔

اب جو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

۲۔**متوازی خطوط** ۔ یہ ویسے تو آمنے سامنے ہوتے ہیں لیکن تعلقات نہایت کشیدہ ان کو کتنا بھی لمبا کے لے جائیے یہ کبھی آپس نہیں ملتے کتابوں میں یہی لکھا ہے لیکن ہمارے خیال میں ان کو ملانے کی کوئی سنجیدہ کوشش بھی کبھی نہیں کی گئی آج کل بڑے بڑے ناممکنات کو ممکن بنا دیا گیا ہے یہ تو کس شمار قطار میں ہیں۔

نقطہ

نقطہ یعنی بندی یعنی پوائنٹ یہ محض کسی جگہ کی نشاندہی کے لئے ہوتا ہے جیومیٹری کی کتابوں میں آیا ہے کہ نقطہ جگہ نہیں گھیرتا ایک آدھ نقطے کی حد تک یہ بات صحیح ہو گی لیکن چھ نقطوں سے تو آپ سارا پاکستان گھیر سکتے ہیں۔

دائرہ

دائرے چھوٹے بڑے ہر قسم کے ہوتے ہیں لیکن یہ عجیب بات ہے کہ قریب قریب بھی گول ہوتے ہیں ایک اور عجیب بات ہے کہ ان مین قطر لمبائی ہمیشہ نصڈ ف قطر سے دگنی ہوتی ہے۔۔۔ جیومیٹری میں اس کی کوئی وجہ نہیں لکھی گئی جو کسی نے پرانے زمانے میں فیصلہ کر دیا اب تک چلا آ رہا ہے۔

ایک دائرہ اسلام کا دائرہ کہلاتا ہیت پہلے اس مین لوگوں کو داخل کیا کرتے تھے آج کل داخلہ منع ہے صرف خارج کرتے ہیں۔

مثلث

تکون کے تین کونے ہوتے ہیں چار کونوں والی بھی ہوتی ہے ہوں گی لیکن ہمارے ملک میں نہیں جاتی کم از کم ہماری نظر سے نہیں گزریں مثلیث کئی طرح کی ہوتی ہیں مثلاً عشق کی مثلث، واشق محبوب اور رقیب فلم میں بھی مثلث ہوتی ہے لیکن وہاں ان تینوں کو پیسے ملتے ہیں رقابت سے لے کر شادی تک فلم ساز کے خرچ پر ہوتی ہے۔

سوالات

۱۔ خط نستعلیق۔ خط استوار اور خطوحدانی میں کیا فرق ہے

۲۔ مثلث کے چاروں اضلاع برابر کیوں نہیں ہوتے

۳۔ سبزہ خط پر کتنے پیسے کے ٹکٹ لگتے ہیں ۔ سلائل ایسے دعووں کے ل؛ ئے لائے جاتے ہیں جو خود کمزور ہو سبسے

ابتدائی سائنس

مادے کی قسمیں

مادے کی تین قسمیں ہیں ٹھوس، مائع ،گیس

ٹھوس کا مطلب ہے ٹھوس جیسے ٹھوس دلائل۔ اقدامات۔ٹھوس نتائج وغیرہ۔

ٹھوس دلائل ایسے دعووں کے لئے لائے جاتے ہیں جو خود کمزور ہو سب سے ٹھوس دلیل اب تک لاٹھی ہی ثابت ہوئی ہے بھینسوں کے لئے بھی انسانوں کے لئے بھی ٹھوس اقدامات اتنے ٹھوس ہوتے ہیں کہ کبھی نہیں کئے جاتے بس حکومتیں ان کے ٹھوس اشیا اپنی شکل نہیں بدلتیں ہاں دوسروں کی بدل دیتی ہیں پتھر ٹھوس ہے جیسا ہے ویسا ہی رہتا ہے لیکن کسی آدمی کے لگے تو وہ کیسا ہی ٹھوس ہو اس میں مائع گیس وغیرہ نکلنے لگتے ہیں مایع جیسے آنسو گیس جیسے آہیں گالیاں وغیرہ۔

مایع

مایع کا مطلب آپ جانتے ہی ہیں لہذا تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں پانی بھی مایع ہے اور دودھ بھی مایع ہے اسئی لئے مشہور ہے مایع کو مایع ملے کر کر لمبے ہاتھ۔ بعض اوقات مایع کو مایع میں ملانے کا نتیجہ بڑا ٹھوس نتیجہ نکلتا ہے چنانچہ بعض گوالوں نے اسی فارمولے پر عمل کر کے بڑے بڑے مکان کھڑے کر لئے ہیں یہ قول بھی دودھ والوں ہی پر صادق آتا ہے مایع تیرے تین نام، پرسا، پرسو۔ پرس رام بعض اوقات ٹھوس کو ٹھوس سے ٹکرا کر بھی مایع حاصل کرتے ہیں مثلاً بھینس کو ڈنڈے ٹکرایا جائے تو مایع دیتی ہے۔

مایع کو سیال بھی کہتے ہیں جیسے آتش سیال۔ ہیر سیال

گیس

گیس کا مطلب بھی ہمارے عزیز طالب علموں سے مخفی نہ ہو گا جیسے دیکھو اس کی شکایت لئے پھرتا ہے یہاں ہم اس کے لئے ایک آزمودہ نسخہ درج کرتے ہیں، اجوائن۔ کالا نمک ۔کلونجی ۔اور۔ اطریفل ہم وزن لیجئے اور ہتھیلی پر اپنی ہتھیلی پر رکھ کر پھانک لیجئے انشااللہ فائدہ ہوگا سوڈا واٹر بھی مفید ہے گرمیاں آتی ہیں تو کراچی کا محکمہ واٹر سپلائی پانی کے نلکوں میں گیس سپلائی کرنے لگتا ہے اسی لئے لوگ غسل خانوں میں روٹی پکاتے اور باورچی خانوں میں پسینہ میں نہاتے دیکھے جاتے ہیں۔

حرارت

حرارت کا مطلب ہے گرمی، گرمی کا لفظ آسان ہے اسے استعمال کریں تو خطرہ ہے کہ طالب علموں کی سمجھ میں آ جئے گا اور تعلیم کا مقصد فوت ہو جائے گا صطلاحیں مشکل ہی اچھی لگتی ہیں انگریزی ذریعہ تعلیم کو بدلنے میں بھی ہچکچاہٹ اور تاخیر اسی درجہ سے ہے۔

حرارت ناپنے کا آلہ تھرمامیٹر کہلاتا ہے جوں جوں حرارت بڑھے گی اس کا پارا چڑھتا جائے گا آدمی بھی اسی اصول پر کام کرتا ہے پیسے والے غریبوں کے مطالبات سنتے ہیں گرمی کھاتے ہیں اور ان کا پارہ چڑھ جاتا ہے حرارت سے چیزیں پھیلتی ہیں اس کی بہت سی مثالیں ہیں ایک آپ بھی جانتے ہیں ہوں گے کہ جب تک کسی کی مٹھی گرم نہ جائے کام نہیں کرتا۔

کشش کے اصول

کشش کئی طرح کی ہوتی ہے پیسے کی کشش۔کرسی کی کشش۔جنسی کی کشش وغیرہ دنیا کے سارے کاروبار اور قوم کی بے لوث خسمتیں پہلی دو کششوں کے باعث ہیں تیسری آج کل ناولوں اور فلموں میں پڑتی ہیں اسے ڈالنے کے بعد ان چیزوں میں اور کچھ کہانی اور پلاٹ تک ڈالنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

کشش ثقل

یہ نیوٹن نے دریافت کی تھی غلبا اس سے پہلے نہیں ہوتی تھی نیوٹن اس سے درختوں سے سیب گرایا تھا آج کل سیڑھی پر چڑھ کر توڑ لیتے ہیں آپ نے دیکھا ہو گا کہ کوئی شخص حکومت کی کرسی پر بیٹھ جائے تو اس کے لئے اٹھنا مشکل ہو جاتا ہے لوگ زبردستی اٹھاتے ہیں یہ بھی کشش ثقل کے باعث ہے۔

کشش انابیب شعری

انابیب انب کی جمع ہے یہ عربی کا لفظ ہے جس کے معنی ہمیں نہیں آتے کشش کا مطلب کشش۔شعری کا مطلب شعری۔ یہ شاید اس کشش کا نام ہے جس کے لوبل پر لوگ مشاعروں میں کھنچے آتے ہیں لیکن ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے ہمارے دوست عبدالعزیز خالد کے نام کے کسی مجموعے کا نام بھی ہو سکتا ہے۔

پانی

پانی کئی طرح کا ہوتا ہے بارش کا پانی ۔نل کا پانی ۔کوکا کولا ۔گرائپ واٹر ۔سیون اپ ۔ چلو بھر پانی وغیرہ متحدہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمان پانی بھی ہوتا ہے تھا اب شاید نہیں ہوتا ۔

پانی بڑے کام کی چیز ہے لیکن اس میں ایک خرابی ہے یہ اپنی سطح ہموار رکھتا ہے جب ہم اسکول میں پڑھا کرتے تھے تب بھی ہمیں اس پچ یہی اعتراض تھا اس کی دیکھا دیکھی لوگ سوچنے لگتے ہیں کہ انسانوں کو بھی اپنی سطح ہموار رکھنی چاہیئے یہ غلط بات ہے پانی پانی ہے انسان انسان ہے ہمارے سائنسدان آج کل بڑے بڑے دستخطوں سے لمبے لمبے بیان نکال رہے ہیں تا کہ یہ رجحان نہ پھیلے انھیں چاہیئے کہ پانی کو سمجھائیں کہ میاں تو بھی اپنی سطح اونچی نیچی رکھا کر اونچ نیچ میں بڑے فائدے ہیں سطح ہموار رکھنے سے کیا حاصل کچھ عاقبت کی بھی فکر ہے تجھے کراچی میں کبھی کبھی اتنی بارش ہو جاتی ہے کہ سارا شہر پانی پانی ہو جاتا ہے سوائے کارپوریشن اور انتظامیہ کے کبھی کبھی بارش کی بجائے قلندر کی بات سے بھی ایسا ہو جاتا ہے ۔

روشنی

روشنی بڑی چیز اچھی چیز ہے سوائے روشنی طبع کے جو بلا بھی ہو جاتی ہے روشنی پیدا کرنے کے کئی ذرائع ہیں موم بتی ۔لالٹین ۔سورج وغیرہ سورج روشنی تو خوب دیتا ہے لیکن دن میں اس کا نکلنا فائدہ ہے دن میں تو ویسے بھی روشنی ہے رات کو نکلا کرتا تو اچھا ہوتا تھا ۔

روشنی صرف ایک مصرف ہے کہ اس پر پرانے آتے ہیں اور پروانہ دار انثار ہوتے ہیں شمعیں نہ ہوتیں تو پروانوں کے لئے فیملی پلاننگ کا محکمہ کھولنا پڑتا ۔روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے اندھیرے کی رفتار کبھی ناپی نہیں گئی اس سے کچھ زیادہ سمجھئے اندھیرے کو ظلمات بھی کہتے ہیں بحر ظلمات ایک سمندر ہے جس سے علاقہ اقبال کے بیان کیمطابق پرانے زمانیکے مسلمان ریس کورس کا کام لیا کرتے تھے یعنی ان میں گھوڑے دوڑاتے تھے ۔

سوالات

۱۔ ہمارے محلے کی سڑکوں پر ہمیشہ اندھیرا رہتا ہے اس کی وجہ پر روشنی ڈالو ؟

۲۔ پانی کے جوش آنے کا درجہ ۱۰۰ سنٹی گریڈ ہے انسان کے جوش میں آنے کا کیا درجہ ہے حضرت جوش ملیح کا درجہ حرارت بھی بتاؤ

۳۔ وہ کشش کون سی ہوتی ہے جس سے سرکاریں کچے دھاگے مین بندھی آتی ہیں ۔

۱۹ مئی ۱۹۷۰ء

دوسری دفعہ کا ذکر ہے

(چند سبق آموز کہانیاں)

چڑا اور چڑیا

ایک تھی چڑیا ایک تھا چڑا چڑیا لائی دال کا دانا، چڑا لایا چاول کا دانا اس سے کھچڑی پکائی دونوں نے پیٹ بھر کر کھائی آپس میں اتفاق ہو تو ایک ایک دانے کی کھچڑی بھی بہت ہو جاتی ہے۔ چڑا بیٹھا اونگھ رہا تھا کہ اس کے دل میں وسوسہ آیا کہ چاول کا دانا بڑا ہوتا ہے دال کا دانا چھوٹا ہوتا ہے پس دوسرے روز کھچڑی پکی تو چڑے نے کہا اس میں چھپن حصے مجھے دے اور چوالیس حصے تو لے اے بھاگوان پسند کر یا نا پسند کر حقائق سے آنکھ مت بند کر چڑے نے اپنی چونچ میں سے چند نکات بھی نکالے اور اس بی بی نے آگے ڈالے بی بی حیران ہوئی بلکہ رو رو کر ہلکان ہوئی کہ اس کے ساتھ تو میرا جنم کا ساتھ تھا لیکن کیا کر سکتی تھی،

دوسرے دن پھر چڑیا دال کا دانا لائی اور چڑا چاول کا دانا لایا دونوں نے الگ الگ ہنڈیا پکائی کھچڑی پکائی کیا دیکھتے ہیں کہ دو ہی دانے ہیں چڑے نے چاول کا دانا کھایا چڑیا نے دال کا دانا کھایا چڑے کو خالی چاول سے پیچش ہوگئی چڑیا کو خالی دال سے قبض ہو گئی دونوں ایک حکیم کے پاس گئے جو ایک بلا تھا اس نے دونوں کے سروں پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور پھیرتا ہی چلا گیا۔

دیکھا تو تھے دو مشت پر

یہ کہانی پرانے زمانے کی ہے آج کل تو چاول ایکسپورٹ ہو جاتا ہے اورع دال مہنگی ہے اتنی کہ وہ لڑکیاں کو مولوی اسمٰعیل میرٹھی کے زمانے میں دال بھگارا کرتی تھیں آج کل فقط شیخی بگھارتی ہیں۔

ایک گورو کے دو چیلے

ایک تھا گورد بڑا نیک دھو ماتما دواس کے چیلے تھے وفادار، جاں نثار، گورد کے خون کی جگہ اپنا پسینہ بہانے کے ل؛ ئے تیار ایک کا نام شبھ بام پوربل تھا دوسرے کا پچھمی چند گورد جی جب لوگوں کو اپدیش دینے اور ان کی مرادیں پوری کرنے کے بعد آرام کرنے کو لیٹتے تو چیلا پوربوس ان کیہ دینی ٹانگ دباتا اور پچھمی چند چپڑ کر اسے چمکاتے جھسدیاں اور گھنگرو باندھ کر اسے سجاتے اس پر مکھی بھی نہ بیٹھنے دیتے تھے ایک روز کرنا پر ماتما کا یسا ہوا کہ گورد جی ایک کروٹ لیٹ گئے اور ان کی بائیں ٹانگ دہنی ٹانگ کے اوپر جا پڑی چیلے پوربل کو بہت غصہ آیا اس نے فورا ایک ڈانڈا اٹھایا اور بائیں ٹانگ کے رسید کیا گورد جی بے بلبلا کر داہنی ٹانگ اوپر کر لی اب پچھمی چند کی غیرت نے جوش مارا اس نے اپنی لٹھیا اٹھائی اور داہنی ٹانگ کی خوب سی مرمت کی دورد جی بہت چلائے کہ ظالمو کیوں مارے ڈالتے ہو ہائے لیکن چیلے کب مانتے تھے کب گورد گورد جی کی ٹانگیں سوج کر کپا ہوگئیں مدتوں ہلدی چونا لگانا پڑ ٹا۔

اب آگے چلیئے کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی لالہ پچھمی چند کے کئی بیٹے تھے بڑے ہونہار اور ہوشیار پشاورمل، سندھو رام، لاہوریملا ور بلوچ رائے لالہ جی کا دیہانت ہوا تو یہ ٹانگ انھوں نے درشے میں پائی وہ گورد جی کی ٹانگ تو دباتے تھے لیکن کوئی ران کا حصہ زیادہ دباتا تھا کوئی پنڈلی پر زیادہ توجہ دیتا تھا آخر کار زبردست جھگڑا ہوا اور طے ہوا کہ ہم اپنا حصہ الگ کرلیں گے لالہ پوربومل نے کہا ہاں ٹھیک کر رہے ہو اب ان برخوداروں نے گنڈاسہ منگایا ایک نے ران سنبھالی بوری میں ڈالی دوسرے نے پنڈلی لے لی تیسرے نے گھٹنا اٹھایا چوتھے نے باقی کو سمیٹا اور گھر کی راہ لی اوراس کے بعد سبھی ہنسی خوشی زندگی بسر کونے لگے۔

گورد جی کا کیا ہوا ؟ مرے یا جیئے جئے تو کتنے دن تک جئے اس کا کہانی میں ذکر نہیں ۔

کچھوا اور خرگوش

ایک تھا کچھوا ایک تھا خرگوش دونو نے آپس میں دوڑ کی شرط لگائی کوئی کچھوے سے پوچھے کہ تو نے کیوں لگائی کیا سوچ کر لگائی دنیا میں احمقوں کی کمی نہیں ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں طے یہ ہوا کہ دونوں میں سے جو نیم کے تیلے تک پہلے پہنچے وہ میری سمجھا جائے اسے اختیار رہے کہ ہارنے والے کے کان کاٹ لے ۔

دوڈل؛ گانی شروع ہوئی خرگوش تو یہ جاوہ جا پلک جھپکنے میں خاصی دور نکل گیا میاں کچھوے وضعداری کی چال چلتے منزل کی طرف رواں ہوئے تھوڑی دور پہنچے تو سوچا بہت چل لئے اب آرام بھی کرنا چاہیئے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنے شاندار ماضی کی یادوں میں کھو گئے جب اس دنیا میں کچھوے کا راج کیا کرتے تھے سائنس اوعرفنون لطیفہ میں بھی ان کا بڑا نام تھا یونہی سوچتے میں آنکھ لگ گئی کیا دیکھتے ہیں خود تخت شاہی پہر بیٹھے ہیں باقی زمینی مخلوق شیر، چیتے ،خرگوش آدمی وغیرہ ہاتھ باندھے کھڑے ہیں یا فرشی سلام کر رہے ہیں آنکھ کھلی تو ابھی بھی سستی باقی تھی بولے ابھی کیا جلدی ہے اس خرگوش کے بچے کی کیا اوقات ہے میں بھی کتنے عظیم ورثے کا مالک ہوں بھئی واہ میرے کیا کہنے۔

جائے کتنا زمانہ سوئے رہے تھے جب جی بھر کے ستائے تو پھر ٹیلے کی طرف رواں ہوئے وہاں پہنچے تو خرگوش کو نہ پایا بہت خوش ہوئے اپنے کو ہی کہ واہ رے مستعدی میں پہلے پہنچ گیا بھلا کوئی میرا مقابلہ کرسکتا ہے اتنے میں ان کی نظر خرگوش کے ایک پلے پر پڑی جو ٹیلے کے دامن میں کھیل رہا تھا کچھوے نے کہا ار برخودار تو خرگوش خاں کو جانتا ہے ۔خرگوش کے بچے نے کہا جی ہاں جانتا ہوں میرے ابا حضور تھے معلوم ہوتا ہے آپ ہیں وہ کچھوے میاں جنھوں نے باداجان سے شرط لگائی تھی وہ تو پانچ منٹ میں یہاں پہنچ گئے تھے اس کے بعد مدتوں آپ کا انتظار کرتے رہے آخر انتقال کر گئے جاتے ہوئے وصیت کر گئے تھے کہ کچھوے میاں آئیں تو ان کے کان کاٹ لینا اب لائیے ادھر کان کچھوے نے فورا کان اور اپنی سری خول کے اندر کرلی آج تک چھپائے پھرتا ہے۔

لومڑی اور کوا

ایک کوا روٹی کا ٹکڑا لیے ہوئے ایک درخت کی ٹہنی پر بیٹھا تھا ایک لومڑی کا گزر ادھر سے ہوا منہ میں پانی بھر آیا لومڑی کے سوچا کوئی ایسی ترکیب کی جائے کہ یہ اپنی چونچ کھول دے اور یہ روٹی کا ٹکڑا میں جھپٹ لوں۔ پس اس نے مسکین صورت بنا کر اور منہ اوپر اٹھا کر کہا کوے میاں سلام ترے حسن کیا تعریف کروں کچھ کہتے ہوئے جی ڈرتا ہے واہ واہ چونچ بھی کالی پر بھی کالے آج کل تو دنیا مستقبل کالوں ہی ہاتھ میں ہے افریقہ میں بھی بیداری کی لہر دوڑ گئی ہے لیکن خیر یہ سایہ یہ سیاست کی باتیں ہیں آمدم بر سر مطلب میں نے تیرے گانے کی تعریف سنی ہے تو اتنا خوبصورت ہے تو گانا بھی اچھا ہوگا مجھے گانا سننے کا شوق یہاں کھینچ لایا ہے ہاں تو ایک آدھ ٹھمری ہو جائے ۔

کوا پھولا نہ سمایا لیکن سیانے پن سے کام لیا روٹی کا ٹکڑا منہ سے نکال کر پنجے میں تھاما اور لگا کائیں کائیں کرنے بی لومڑی کا کام نہ بنا تو یہ کہتی ہوئی چل دی ہت تیرے کی بے سرا بھانڈ معلوم ہوتا ہے تو نے بھی حکایات لقمان پڑھ رکھی ہے۔

پیاسا کوا

ایک کوا پیاسے کوے کو ایک جگہ پانی کا مٹکا پڑا نظر آیا بہت خوش ہوا لیکن یہ دیکھ کر مایوسی ہوی کہ پانی بہت نیچے فقط مٹکے کی تہہ میں تھوڑا سا ہے سوال یہ تھا کہ پانی کو کیسے اوپر لائے اپنی چونچ تر کرے، اتفاق سے اس نے حکایات لقمان پڑھ رکھی تھی پاس ہی بہت سے کنکر پڑے تھے اس نے اٹھا کر ایک ایک کنکر اس میں ڈالنا شروع کیا کنکر ڈالتے ڈالتے صبح سے شام ہوگئی پیاسا تو تھا ہی نڈھال ہوگیا مٹکے کے اندر نظر ڈا؛ی تو کیا دیکھتا ہے کہ کنکر ہی کنکر ہیں سارا پانی کنکروں نے پی لیا بے اختیار اس کی زبان سے نکلا ہت ترے لقمان کی پھر بے سدھ ہو کر زمین پر گر گیا اور مر گیا اگر وہ کوا کہیں سے ایک نلکی لے آتا تو مٹکے کے منہ پر بیٹھا پانی کو چوس لیتا اپنے دل کی مراد پاتا ہرگز جان سے نہ جاتا۔

اتفاق میں برکت ہے

ایک بڑے میاں جنھوں نے اپنی زندگی میں بہت کچھ کمایا اور بنایا تھا آخر بیمار ہوئے مرضالموت میں گرفتار ہوئے ان کو اور تو کچھ نہیں کوئی فکر تھی تو یہ کہ ان پانچوں بیٹوں کی آپس میں نہیں بنتی تھی گاڑھی کی پتلی بھی نہیں چھنتی تھی لڑتے رہتے تھے کبھی کسی بات پر اتفاق نہ ہوتا تھا حالانکہ اتفاق میں بڑی برکت ہے آخر انھوں نے بیٹوں پر اتحاد کی خوبیاں واضح کرنے کے لئے ایک ترکیب سوچی ان کو اپنے پاس بلایا اور کہا دیکھو اب میں کوئی دم کا مہمان ہوں سب جا کر ایک ایک لکڑی لے آؤ۔

ایک نے کہا لکڑی ؟ آپ لکڑیوں کا کیا کریں گے دوسرے نے آہستہ سے کہا بڑے میاں کا دماغ خراب ہو رہا ہے لکڑی نہیں شاید

ککڑی کہہ رہے ہیں ککڑی کھانے کو جی چاہتا ہوگا تیسرے نے کہا نہیں کچھ سردی ہے شاید آگ جلانے کو لکڑیاں منگاتے ہوں گے چوتھے نے کہا بابوجی کوئلے لائیں ۔ پانچویں نے کہا نہیں اپلے لاتا ہوں وہ زیادہ اچھے رہیں گے باپ نے کراہتے ہوئے کہا ارے نالائقو میں جو کہتا ہوں وہ کرو کہیں سے لکڑیاں لاؤ جنگل سے ایک بیٹے نے کہا یہ بھی اچھی رہی جنگل یہاں کہاں اور محکمہ جنگلات والے؛ کڑی کہاں کاٹنے دیتے ہیں دوسرے نے کہا اپنے آپے میں نہیں ہیں باپو جی بک رہے ہیں جنہوں میں کیا کیا کچھ۔ تیسرے نے کہا بھئی لکڑیوں والی بات اپن کی تو سمجھ میں نہیں آئی چوتھے نے کہا بڑے میاں نے عمر بھر میں ایک ہی تو خواہش کی ہے اسے پورا کرنے میں کیا حرج ہے۔

پانچویں نے کہا اچھا میں جاتا ہوں ٹال پر سے لکڑیاں لاتا ہوں چنانچہ وہ ٹال پر گیا ٹال والے سے کہا خان صاحب ذرا پانچ لکڑیاں تو دینا اچھی مضبوط ہوں ۔ٹال والے نے لکڑیاں دیں ہر ایک خاصی موٹی اور مضبوط باپ نے دیکھا تو اس کا دل بیٹھ گیا یہ بتانا بھی خلاف مصلحت تھا کہ لکڑیاں کیوں منگائی ہیں اور اس سے کیا اخلاقی نتیجہ مقصود ہے آخر بیٹوں سے کہا اب ان لکڑیوں کا گھٹا باندھ دو۔

اب بیٹوں میں پھر چہ میگوئیاں ہوئیں گٹھا وہ کیوں اب رسی کہاں سے لائیں بھئی بہت تنگ کیا اس بڈھے نے آخر ایک نے اپنے پاجامے میں سے ازار بند نکلا اور گٹھا باندھا۔ بڑے میاں نے کہا اب اس گٹھیت کو توڑو بیٹوں نے کہا کیسے توڑیں کلہاڑا کہاں سے لائیں باپ نے کہا کلہاڑے سے نہیں ہاتھوں سے توڑو گھٹنے سے توڑو حکم والد مرگ مفاجات پہلے ایک نے کوشش کی پھر دوسرے نے پھر تیسرے نے پھر چوتھے نے پھر پانچویں نے لکڑیوں کا بال بیکا نہ ہوا سب نے کہا باؤ جی ہم سے نہیں ٹوٹتا یہ لکڑیوں کا گٹھا۔

باپ نے کہا اب ان لکڑیوں کو الگ الگ کردو ان کی رسی کھول دو ایک نے جل کر کہا رسی کہاں ہے میرا ازار بند ہے اگر آپ کو کھلوانا تھا تو گٹھا بندھوایا ہی کیوں تھا لاؤ بھئی کوئی پنسل دینا میں ازار مند ڈال لوں پاجامے میں باپ نے کہا بزرگانہ شفقت سے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا اچھا اب ان لکڑیوں کو توڑو ایک ایک کر کے توڑو لکڑیاں چونکہ موٹی موٹی اور مضبوط تھیں بہت کوشش کی کسی سے نہ ٹوٹیں آخر میں بڑے بھائی کی بری تھی اس نے ایک لکڑی پر گھٹنے کا پورا زور ڈالا اور تڑاق کی آواز آئی باپ نے نصیحت کرنے کے لئے آنکھیں یک دم کھول دیں کیا دیکھتا ہے کہ بیٹا بے ہوش پڑا ہے لکڑی سلامت پڑی ہے آواز بیٹے کے گھٹنے کی ہڈی ٹوٹنے کی تھی۔ ایک لڑکے نے کہا یہ بڈھا بہت جاہل ہے دوسرے نے کہا اڑیل، ضدی۔ تیسرے نے کہا کھوسٹ، سنکی، عقل سے پیدل، گھامڑ۔ چوتھے نے کہا سارے بڈھے ایسے ہی ہوتے ہیں کمبخت مرتا بھی نہیں بڈھے نے اطمینان کا سانس لیا کہ بیٹوں میں کم از کم ایک بات پر تو اتفاق رائے ہوا اس کے بعد آنکھیں بند کیں اور نہایت سکون سے جان دے دی ۔

دانا اور غلام عجمی

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمت فردوسہ اندر کہ ایک غلام عجمی ایک کشتی میں بیٹھا جا رہا تھا اس نے پہلے کبھی دریا کی صورت نہ دیکھی تھی بیچ دھارے کے کشتی پر موجوں کے تھپیڑے جو پڑے تو لگا چیخنے چلانے اور واویلا مچانے ہر چند لوگوں نے دلاسا دیا پکڑ پکڑ کر بٹھایا لیکن ۔

کسی صورت نہ دل کی بے قراری کو قرار آیا

ایک دانا بھی کشتی میں بیٹھا تھا شیخ سعدی ء کے زمانے میں دانا اسی طرح جا بجا موجود رہتے تھے جس طرح ہر بس میں ایک کنڈکٹر اور ہر محکمے میں افسر تعلقات عامہ ہوتا ہے اس نے لوگوں کی طرف داد طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تم لوگ کہو تو میں ایک ترکیب سے اسے بھی خاموش کرا دوں مسافر بے لطف ہو رہے تھے فارسی میں بولے اریں چہ بہتر اس پر اس نے مسافر کو مذکور کو دریا میں پھنکوایا اور جب وہ چند غوطے کھا کر ادھ موا ہو گیا تو ملاحوں سے پوچھ لیتا کہ بھائیو تمہیں تیرنا بھی آتا ہے فرض کیجئے وہ تیرا کی میں اس دانا کی طرح اور ہماری طرح کورے ہوتے غضب ہو جاتا دانا صاحب کی بھد ہو جاتی مقدمہ الگ ان پر چلتا لیکن خیر ایک ملاح اسے کشتی کے قریب گھسیٹ لایا اور وہ شخص دونوں ہاتھوں سے کشتی کے کنارے کو پکڑ کر اس پر سوار ہو گیا آرام سے چپ چاپ ایک کونے میں جا بیٹھا لوگوں نے حیران ہو کر پوچھا اس میں کیا بھید ہے اس زمانے میں لوگ عموماً کند ذہن ہوتے تھے ذرا ذرا سی بات پوچھنے کے لئے داناؤں کے پاس دوڑے جاتے تھے دانا نے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کہا اے سادہ لوحو یہ شخص اس سے پہلے نہ غرق ہونے کی مصیبت کو جانتا تھا نہ کسی کو سلامتی کا ذریعہ مانتا تھا اب دونوں باتوں سے واقف ہو گیا ہے تو آرام سے بیٹھ گیا ہے نتیجہ یہ نکلا لیکن نتیجہ نکالنے کا ہمارے پاس وقت نہیں اب دوسری حکایت سنیئے۔

نوشیزاں اور نمک

نوشیزاں عادل کے ملازم ایک روز شکارگاہ میں اپنے آقا کے لئے کباب بھوننے لگے تو نمک موجود نہ تھا ان اس سے اندازہ کیجئے کہ جس بادشاہ کے نوکر نمک تک ساتھ نہ لے چلیں اس کی بادشاہی کیسے چلتی ہو گی خیر کسی نوکر کو گاؤں بھیجا گیا کہ نمک لائے نوزیزاں نے دیکھا تو فوراً جاتے ہوئے نوکر کو آواز دے کر فرمایا خبردار نمک قیمت دے کر لانا ورنہ بدرسمی سے گاؤں برباد ہو جائے گا حاضرین میں سے کسی نے عرض کی جہاں پناہ ذرا سے نمک سے کیا بدرسمی ہو سکتی نوشیزاں بہادر نے فرمایا یاد رکھو دنیا میں ظلم کی بنیاد پہلے تھوڑی تھی لیکن جو شخص آتا گیا اس پر بڑھاتا گیا اپنی بات کی تائید میں نوشیزاں نے شیخ سعدی کا ایک فارسی قطعہ بھی پڑھا چونکہ آج کل فارسی ہمارے اسکولوں میں نہیں پڑھائی جاتی لہذا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

اگر رعیت کے باغ سے بادشاہ ایک سیب مفت لیتا ہے تو اس کے غلام درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے ہیں اگر بادشاہ پانچ انڈے بھی مفت کسی کے کھالے تو لشکر والے ہزاروں مرغ مفت میں لے بھون کھائیں اگر بادشاہ ایک لائسنس بھی اپنے کسی عزیز کو دیتا ہے تو مصاحبین سارا ملک اس کے نام پر بیچ کھاتے ہیں نتیجہ ۱۔ شکار کو جاتے ہوئے دیکھ لینا چاہیئے کہ نمک مرچ وغیرہ ہیں کہ نہیں

۲۔ لائسنس پرمٹ اپنے عزیزوں کے علاوہ دوسروں کو بھی دینے چاہیں ۔

وزیر اور درویش

یکے از وزائے معزول شدہ بحلقہ درویشیاں درآمد ہم تو فارسی بولنے لگے خیر اردو پر آتے ہیں اگر چہ اس میں خطرہ ہے تو کیونکہ لاہور میں اردو نمبر پلیٹ والی گاڑیوں کا چالان ہونے لگا ہے ہاں تو قصہ یہ ہے کہ وزارت سے نکالا ہوا ایک وزیر درویشیوں کے گرد میں جا شامل ہوا اور اس صحبت میں اس کے دل کو اس قدر آرام ملا حکومت کے دونوں میں ہرگز نصیب نہ ہوا تھا کچھ عرصے بعد بادشاہ نے اسے پھر وزارت کے کے لئے طلب کیا تو اس کے کہ اپنی گسڈی دوڈی پھینک زلفیں دلفیں منڈوا، چرغہ دغہ ادنے پونے بیچ اپنی کار پر جھنڈا لگوانے کو دوڈا دوڈا آیا اس نے بو واپسی ڈاک کہلا بھیجا کہ حضور معافی چاہتا ہوں معزدلی بہ از مشغولی اس نوکری سے میں یوں ہی بھلا۔

آنانکہ بکنج عافیت بنشستند

دندان سگ ودہان مردم بستند

کاغذ بدرید قلم بشکستند

وزدست وزبان حرف گیراں رستند

بادشاہ نے پھر ارجنٹ تار دیا اے سابق وزیر اس سلطنت کے کاموں کے لئے تجھ ایسا لائق اور تجربہ کار آدمی مناسب ہے اسٹاپ فوراً اسٹاپ تنخواہ بڑھا دیں گے اسٹاپ کوٹھی کار اس کے علاوہ لیکن وہ اپنی ہٹ کار پکار نہ مانا کہلا بھیجا جہاں پناہ کوئی اور انتظام کر لیجئے اصل بات تو یوں ہے کہ جع شخص واقعی عقل مند ہوگا وہ ان بکھیڑوں میں مبتلا ہونا کبھی پسند نہ کرے گا فرد۔

ہمائے برسر مرغاں ازاں شرف دارد

کہ استخواں خوردو طائرے نیازارد

یہ حکایت ادھوری معلومن ہوتی ہے بادشاہ کے سیکریٹری نے یہ پیغام مع فارسی فرد کے بادشاہ کت گوش گزار کرتے ہوئے کہا ہوگا حضور اس کا تو دماغ خراب ہے حاضر ہوں مجھے وزیر بنا لیجئے ،

گوشت اور ہڈی

ایک کتا اور گدھا اکٹھے چلے جارے تھے کہ راستے میں ایک لفافہ پڑا ملا گدھے نے اسے اٹھایا کھول کر پڑھنا شروع کیا لکھا تھا کہ حامل رقعہ ہذا کو حسب ذیل چیزیں مفت دی جائیں گی۔ بھوسہ ۔سبزہ چارہ، چنے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کتے نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا برادرم ذرا دیکھنا اس فہرست میں نیچے جا کر گوشت اور ہڈی کا ذکر بھی ہوگا گدھا سارا پروانہ پڑھ گیا اس

میں کوئی ایسی چیز مذکور نہ تھی کتے نے کہا تب یہ بیکار چیز ہے پھینک دو اسے پارٹی منشوروں میں فقط گدھوں ہی کی بات نہیں ہونی چاہیئے کتوں کا بھی خیال رکھنا چاہیئے ۔

ہم کیوں بھاگیں

ایک آخر کار جنگل میں گدھوں پر مال لادے چلا جا رہا تھا کہ ڈاکوؤں کا کھٹا ہوا وہ گدھوں کو پکارا خطرہ، خطرہ، بھاگو ڈاکو آ رہے ہیں گدھوں نے کہا تم بھاگو ہم کیوں بھاگیں ہمیں تو باجھا ڈھونا ہے تیرا بوجھا ہو یا کسی اور کا ہوا گر مال کے منافع میں کچھ حصہ گدھوں کا بھی ہوتا تو وہ ہرگز ایسی بات نہ کہتے ۔

متحدہ محاذ

ایک شیر اور گدھا شکار کرنے گئے انھوں نے کئی جانور مارے آخر شکار تقسیم کرنے بیٹھے شیر نے ڈھیریاں بنائیں اور کہا یہ ڈھیری تو جنگل کا بادشاہ ہونے کی حیثیت سے میری ہے اور یہ دوسری اس لئے میری ہے کہ شکار میں برابر کا حصہ دار ہوں اب رہی یہ تیسری ڈھیری کسی میں ہمت ہے تو اٹھا لے ہے ہمت ہر متحدہ محاذ میں عموما ایک شیر اور باقی گدھے ہوتے ہیں تقسیم شکار کی ہو یا ٹکٹوں کی اس میں شیر کا حصہ خاص ہوتا ہے اس پر کوئی اعتراض کرتا ہے تو گدھا ہے۔

مینڈکوں کا بادشاہ

ایک بار مینڈکوں نے خدا سے دعا کی کہ یا پروردگار ہمارے لئے کوئی بادشاہ بھیج باقی سب مخلوقات کے بادشاہ ہیں ہمارا کوئی بھی نہیں ہے خداوند نے ان کی سادہ لوحی پر نظر کرتے ہوئے لکڑی کا ایک کندہ جوہڑ میں پھینکا بڑے زوروں کے چھینٹے اڑے پہلے تو سب ڈر گئے تھوڑی دیر بعد یہ دیکھ کر کہ وہ لمبا لمبا پڑا ہے ڈرتے ڈرتے قریب آئے پھر اس پر چڑھ گئے اور ٹاپنے لگے۔

چند دن بعد دوبارہ خداوند کو عرضی دی کہ یہ بادشاہ ہمیں پسند نہیں آیا کوئی اور بھیج جو ہمارے شایان شان ہو۔خداوند نے ناراض ہو کر ایک سمندری سانپ بھیج دیا وہ آتے ہی بہتوں کو چٹ کر گیا باقی کونوں کھدروں میں جا چھپے۔اس حکایت کا نتیجہ قارئین کرام آپ خود ہی نکالیے آخر آپ خود بھی سمجھ دار ہیں۔

بیان جانورں کا

بیان پالتو جانوروں کا

بھلا ایسا بھی کوئی گھر ہے جس میں ایک نہ ایک پالتو جانور نہ ہو گائے نہیں تو بھینس بھیڑ نہیں تو بکری کتا نہیں تو بلی گھوڑا نہیں تو گدھا جانور پالنا بڑی اچھی بات ہے یہ صرف انسان کا خلاصہ ہے آپ نے یہ کبھی نہ دیکھا ہو گا کہ کسی طوطے نے خرگوش پالا ہو کسی مرغی نے کوئی بلی پالی ہو یا کسی گدھے نے کوئی گھوڑا پالا ہو گدھا بظاہر کیسا بھی نظر آئے ایسا گدھا کبھی نہیں ہوتا۔

پالتو جانوروں کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔

پہلی قسم۔ دودھ دینے والے جانور مثلاً گائے، بھینس، بکری وغیرہ

دوسری۔ دودھ پینے والے جانور مثلاً کبھی بلی سامنے کبھی چوری چھپے۔

تیسری قسم۔ جو نہ دودھ دیتے ہیں نہ دودھ پیتے ہیں مثلاً مرغی، مثلاً کبوتر مثلاً طوطا ۔

چوتھی قسم ہم بھول گئے ہیں لہذا اسے نظرانداز کرتے ہیں اور تھوڑا تھوڑا حال جانوروں کا لکھتے ہیں۔

بھینس

یہ بہت مشہور جانور ہے قد میں عقل سے تھوڑا بڑا ہوتا ہے چوپایوں میں یہ واحد جانور ہے کہ موسیقی سے ذوق رکھتا ہے اسی لئے لوگ اس کے آگے بین بجاتے ہیں کسی اور جانور کے آگے نہیں بجاتے بھینس دودھ دیتی ہے لیکن وہ کافی نہیں ہوتا باقی دودھ گوالا دودھ والا دیتا ہے اور دونوں کے باہمی تعاون سے ہم شہر کا کام چلتا ہے تعاون اچھی چیز ہے لیکن دودھ کو چھان لینا چاہیئے تاکہ منیڈک نکل جائیں ۔

بھینس کا گھی بھی ہوتا ہے بازار میں ہر جگہ ملتا ہے آلوؤں، چربی اور وٹا من سے بھرپور نشانی اس کی یہ کہ پیپے پر بھینس کی تصویر بنی ہوتی ہے اس سے زیادہ تفصیل میں نہ جانا چاہیئے۔

آج کل بھینس انڈے نہیں دیتیں مرزا غالب کے زمانے کی بھینس دیتی تھیں حکیم لوگ پہلے روغن گل بھینس کے انڈے سے نکالا کرتے تھے

پھر دوا جتنی ہے کل بھی نکال لیا کرتے تھے بہت سے امراض کے لئے مفید ثابت ہے ۔

گائے

رب کا شکر ادا کر بھائی

جس نے ہماری گائے بنائی

یہ شعر مولوی اسمعیل میرٹھی کا ہے کا ہے شیخ سعدی وغیرہ کا نہیں یہ بھی خوب جانور ہے دودھ کم دیتی ہے عزت زیادہ کراتی ہے پرانے خیال کے ہندوا سے ماتا جی کہہ کر پکارتے ہیں ویسے بچھڑوں سے بھی اس کا یہی رشتہ ہوتا ہے ۔

صحیح الخیال ہندو گائے کا دودھ پیتے ہیں اس کے گوبر سے چوکا لیپتے ہیں لیکن اس کو کاٹنا اور کھانا پاپ سمجھتے ہیں ان کے عقیدے میں جو گائے کو کاٹتا ہے اور کھاتا ہے سیدھا نرک میں جاتا ہے راستے میں کہیں دم نہیں لیتا یہی وگہ ہے گائے دودھ دینا بند کردے تو ہندوا سے قصاب کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں قصاب مسلمان ہوتا ہے اسے ذبح کرتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو کھلاتا ہے تو یہ سارے نرک میں جاتے ہیں بیچنے والے کو روحانی تسکین ہوتی ہے پیسے الگ ملتے ہیں۔جن گائیوں کو قصاب قبول نہ کریں انھیں گئوشالاؤں میں رکھا جاتا ہے جہاں وہ بھوکی رہ کر تپسیا کرتی ہیں اور کووں کے ٹھونگے کھاتی پرلوک سدھارتی ہیں غیر ملکی سیاح ان کے فوٹو کھینچتے ہیں کتابوں میں چھاپتے ہیں کھالیں برآمد جاتی ہیں زرمبادلہ کمایا جاتا ہے۔شائستروں میں لکھا ہے کہ دنیا گائے کے سینگوں پر قائم ہے گائے خود کس چیز پر کھڑی ہے اس کا گوبر کہاں گرتا ہے اور پیشاب کہا جاتا ہے یہ تفصیلا تخوف طوالت شاستروں میں نہیں لکھیں ۔

بھیڑ

بھیڑ کی کھال بہت مشہور ہے بھیڑ کی چال بہت مشہور ہے اور بھیڑ کا تال بھی مشہور ہے۔بہت کم عمر طبعی کو پہنچتی ہیں جو رشتہ شیر بکری سے ہم نے بیان کیا ہے وہی بھیڑ کا بھیڑیے سے ہے۔بھیڑیں بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں سفید بھیڑیں ،کالی بھیڑیں وغیرہ لیکن بھیڑیا سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے ور یکساں چاہت سے لقما بناتا ہے اس جانور میں قربانی کا مادہ بہت ہوتا ہے اور انسان اس مادے سے بہت فائدہ اٹھاتا ہے گوشت کھاتا ہے کھال بیچ دیتا ہے۔

بکری

اگرچہ چھوٹی ہے ذات بکری کی لیکن دودھ یہ بھی دیتی ہے عام طور پر صرف دودھ دیتی ہے لیکن زیادہ مجبور کریں تو کچھ مینگنیاں بھی ڈال دیتی ہیں جن بکریوں کو شہرت عام اور بقائے دوام کے دربار میں جگہ ملی ہے ان میں ایک گاندھی جی کی بکری تھی اور ایک اخفش نامی بزرگ کی روایت ہے کہ وہ بکری نہیں بکرا تھا معقول صورت یہ جو شاعری میں اذان اور بحروں کی بدعت ہے یہ اخفش صاحب ہی سے

منسوب کی جاتی ہے بیٹھے فاعلاتن فاعلات کیا کرتے تھے جہاں شک ہو تصدیق کے لئے بکرے سے پوچھتے تھے کہ کیوں حضرت ٹھیک ہے نا وہ بکرا اللہ اسے جنت میں یعنی جنت والوں کے پیٹ میں جگہ دے مربلاکران کی بات پر صاد کر دیتا تھا اس بکرے کی نسل بہت پھیلی پاکستان میں بھی پائی جاتی ہے سوتے جاگتے اس کے منہ میں سر یس سر جی حضور جی جناب بجا فرمایا وغیرہ نکلتا رہتا ہے اسے بات سننے اور سمجھنے کی ضرورت نہیں ہوتی جن ملکوں میں بہت انصاف جوان میں شیر اور بکریں ایک گھاٹ پانی پینے لگتی ہیں جس طرح علامہ اقبال کے ایک شعر میں محمود اور ایاز ایک صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں اس میں فائدہ یہ ہے کہ شیر پانی پینے کے بعد وہیں بکری کو دبوچ لیتا ہے اسے ناشتے کے لئے زیادہ دور نہیں جانا پڑتا۔

گدھا

گدھا بڑا مشہور جانور ہے گدھے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو چار پوؤں والے اور دو پاؤں والے سینگان میں سے کسی سر پر نہیں ہوتے آج کل چار پاؤں والے گدھں کی نسل گھٹ رہی ہے دو پاؤں والوں کی بڑھ رہی ہے۔ گھوڑے کی شکل ایک حد تک گدھے سے ملتی ہے بعض لوگ گدھے گھوڑے کو برابر سمجھنے کی غلطی کر بیٹھتے ہیں دونوں کو ایک تھان پر باندھتے ہیں یا ایک لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دیتے ہیں اگر گدھا اس پر اعتراض کرے تو کہتے ہیں سنو ذرا اس گدھے کی باتیں سوچنے کی بات ہے اگر گھوڑا کسی لائق ہوتا حضرت عیسی اس پر سواری ہ کرتے گدھے کو کیوں پسند کرتے شاعروں نے بھی گدھے کی ایک خوبی کی تعریف کی ہے خر عیسیو ہا یا کوئی اور گدھا اگر وہ مکہ بھی ہو آئے تو گدھا ہی رہتا ہے دوسرے جانور بشمول آدمی تو اپنی اصل بھول جاتے ہیں واپس آ کر القاب کے دم چھلے لگاتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے ایک زمانے میں گدھوں کی مشابہت گھوڑوں کی بجائے آدمیوں سے زیادہ ہوتی تھی غالب اپنے محبوب کے دروازے پر کسی کام سے گئے تھے اس کا پاسبان یعنی دربان ان کو حضرت عیسی کی سواری کا جانور سمجھکر بوجہ احترام چپ رہا لیکن جن انھوں نے کنوتیاں جھاڑ کر اس کے قدم لینے کی کوشش کی تو کیا سمجھ گیا کہ یہ تو نجما لدلہ و بیر الملک مرزا اسد اللہ خاں بہادر ہیں چنانچہ کما حقہ بدسلوکی کی۔

سوالات

ا۔ کیا کابل میں گدھے نہیں ہوتے اگر نہیں ہوتے تو یہاں سے بھیجے جائیں اگر ہوتے ہیں تو وہاں سے منگائے جائیں ؟

۲۔گدھوں کی طرح ہمارا منہ مت دیکھو جواب دو ۔

اونٹ

اونٹ ایک جانور ہے اکبرالہ آبادی نے اسے مسلمان سے تشبیہ دی ہے کیونکہ مسلمان کی طرح اس کی بھی کوئی کل سیدھی نہیں ہوتی اور مسلمان کی طرح یہ بھی صحرا جانور ہے بہت دن تک بے کھائے پیئے زندہ رہتا ہے جس طرح ہر مسلمان کی پیٹھ پر عظمت رفتہ کو ہان ہوتا

ہے اس کی پیٹھ پر بھی ہوتا ہے اونٹ کو ڈاچی بھی کہتے ہیں ڈاچی والیا موڑ مہار دے ریلوے والوں نے آج کل اس کو پہیے لگا کر ایکسپریس بنا دیا ہے عربی میں اسے ناقہ کہتے ہیں حضرت قیس کی محبوبہ لیلے ہی نہیں اس زمانے کی سبھی عورتیں ناقہ پر ہی سوار ہوا کرتی تھیں بعد میں ہند کے شاعروں صورت گروں اور افسانہ نویسوں کے اعصاب پر سوار ہونے لگیں کیونکہ اس میں ہچکولے کم لگتے ہیں آرام زیادہ رہتا ہے ۔

سوالات

ا۔ اونٹ کو صحرا کا جہاز کہتے ہیں اسہ مثال پر ہم جہازوں کو سمندر کے اونٹ کہہ سکتے ہیں ؟

کتا

کتا پالتو جانور ہے ہمارے شہر کی کارپوریشن اسے پالتی ہے اور مختف علاقوں میں چھوڑ دیتی ہے کارپوریشن اور بھی کئی جانور پالتی ہے مثلاً چوہے، لیکن بھونکنے والا جانور یہی ہے کتابوں میں آیا ہے کہ جو کتے بھونکتے ہیں وہ کاٹتے نہیں کاٹنے والے کو بھونکنے کی ضرورت نہیں ہی کیا ہے بھونکتا وہ ہے جسے کاٹا جائے جس کو گزند پہنچے۔

کتا بڑا وفادار جانور ہے کارپوریشن بھی اس کی بہت وفادار ہے جتنوں میں کتے شہریوں کا کاٹتے ہیں کارپوریشن بھی ان کی ہمدردی میں کاٹنا شروع کر دیتی ہے کہ یہ ٹیکس لاؤ وہ ٹیکس لاؤ ناطقے کے علاوہ کبھی کبھی پانی بھی بند کر دیتی ہے جس سے لوگ خیال کرتے ہیں کہ کارپوریشن کا شجرہ حضرت امام حسین کے کسی صاحب اقتدار ہمعصرے جا ملتا ہے۔ کارپوریشن کے علاوہ نجی شعبے میں بھی کتے ہوتے ہیں رئیسوں کے کتے رئیس ہوتے ہیں غریبوں کے کتے غریب ہوتے ہیں رئیسوں کے کتے غریبوں پر بھونکتے ہیں غریبوں کے کتے اپنے آپ پر بھونکتے ہیں کتا اپنی گلی میں شیر ہوتا ہے عین اس طرح جس طرح کسی دوسرے کی گلی میں کتا بن جاتا ہے۔

کتوں ور عاشقوں میں کئی چیزیں مشترک ہیں دونوں راتوں کو گھومتے ہیں اور اپنا کلام پڑھ پڑھ لو لوگوں کو جگاتے ہیں اور اینٹ پتھر کھاتے ہیں ہاں ایک کتا لیلے کا بھی تھا لوگ لیلے تک پہنچے کے لئے اس سے پیار کرتے تھے اس کی خوشامد کرتے تھے جس طرح صاحب کے سیکریٹری یا چپراسی کی کرنی پڑتی ہے ۔

آدمی

دودھ دینے والے جانوروں میں پالنے کے لئے سب سے اچھا یہی ہے یہ نوکری کرتا ہے دکان کرتا ہے تنخواہ لاتا ہے بچے کھلاتا ہے انھیں پیٹھ پر بٹھاتا ہے عجیب شکلیں بنا کر ہنساتا ہے بہلاتا ہے اپنی مادہ کی خدمت میں جتنی دوڑ دھوپ یہ کرتا ہے کوئی اور جانور نہیں کرتا اسی لئے تو اس کے سینگ غائب ہو گئے ہیں کھر گھس گئے ہیں اور دم جھڑ گئی ہے۔

اس جانور کا پالنا اور سدھانا سب آسان ہے اسے طوطے کی طرح بولنا سکھا سکتے ہیں ایک آسانی یہ ہے کہ اس کے لئے الھ تھان اپنجرہ بنانے یا زنجیر ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوتی جس کمرے میں چاہو سلا دو ر بھاگتا نہیں۔

سوالات

۱۔تم اپنا شمار پالتوؤں میں کرنا پسند کرو گے یا جانوروں میں ؟

۲۔اونٹ کو مسلمانوں سے کیوں تشبیہ دیتے ہیں ؟

۳۔کوئی کل سیدھی نہ ہونے کی وجہ سے ؟

۴۔بلا کھائے پیئے بہت دن زندہ رہنے کی وجہ سے ؟

شیر

شیر آئے شیر آئے دوڑنا
آج کل ہر طرف شیر گھوم رہے ہیں
دھاڑ رہے ہیں
یہ شیر بنگال ہے
یہ شیر سرحد ہے
یہ شیر پنجاب ہے
لوگ بھیڑیں بنے اپنے باڑوں میں دبکے ہوئے ہیں
بابا حفیظ جالندھری کا شعر پڑھ رہے ہیں
شعروں کو آزادی ہے
آزادی کے پابند رہیں
جس کو چاہیں چیریں پھاڑیں
کھائیں پیئیں آنند رہیں
شیر یا تو جنگل میں ہوتے ہیں
یا چڑیا گھر میں
یہ ملک یا تو جنگل ہے

یا چڑیا گھر ہے

یا پھر قالین ہوگا

کیونکہ ایک قسم شیر کی شیر قالین بھی ہے

یا پھر کاغذ ہوگا

کیونکہ ایک شیر کاغذی شیر ہوتا ہے

یا پھر یہ جانور کچھ اور ہیں

آگا شیر کا پیچھا بھیڑ کا

ہمارے ملک میں یہ جانور عام پایا جاتا ہے

شیر جنگل کا بادشاہ ہے

لیکن اب بادشاہوں کا زمانہ نہیں رہا

اس لئے شیروں کا زمانہ بھی نہیں رہا

آج کل شیر اور بکریاں ایک گھاٹ پانی نہین پیتے

بکریاں سینگوں سے کھدیڑ بھگاتی ہیں

لوگ باگ ان کی دم میں نمدہ باندھتے ہیں

شکاری شیروں کو مار لاتے ہیں

ان کے سر دیواروں پر سجاتے ہیں

ان کی کھال فرش پر بچھاتے ہیں

ان پر جوتوں سمیت دندناتے ہیں

لوگوں کو فخر سے دیکھا تے ہیں

مرے شیر تجھ پر بھی رحمت خدا کی

تو بھی وعظ مت کہ

اپنی کھال میں رہ

احوال چند پرندوں کا

طوطا

طوطا بڑا خوبصورت جانور ہے بعض طوطوں میں انسان کی بعض خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں مثلا آنکھیں پھیرلینا خصوصا مطلب نکل جانے کے بعد طوطے آپس میں ایسے طوطے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کیسا انسان چشم واقع ہوتا ہے طوطا بہت فصیح البیان جانور ہے لیکن اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا جو کچھ اس کا مالک یا چوگا دینے والا سکھاتا ہے وہی یہ کہتا ہے پیارے بڑو آج کل ہمارے ہاں بھی طوطوں کی بھرمار ہے طرح طرح کی بولیاں سننے میں آرہی ہیں کبھی کان دھر کہ کر سنو یہ کیا کہتا ہے اور چوگا دینے والوں کا سراغ لگانے کی کوشش کرو۔

طوطے کئی طرح کے ہوتے ہیں جنگلی طوطے جو جنگل میں رہتے ہیں پالتو طوطے جو پنجروں میں رہتے ہیں فالتو طوطے جنھیں میسر ہے نہ پنجرہ آئے دن ان کی اطیت کا سوال اٹھتا ہے اور آخری قسم ہے ہاتھون کے طوطے ان کے متعلق اب تک یہی معلوم ہو سکا ہے کہ یہ اڑ جایا کرتے ہیں طوطا فال کا لفافہ لاتا ہے قسمت کا حال بتاتا ہے کبھی کبھی توپ بھی چلاتا ہے ایسے طوطوں کی تصویریں اکثر دولہا دلہن کے کالم میں چھپتی ہیں ۔

کبوتر

کبوتر بڑے کام کا جانور ہے یہ آبادیوں میں جنگلوں میں مولوں ، اسمٰعیل میرٹھی کی کتابوں میں غرضیکہ ہر جگہ پایا جاتا ہے کبوتر کی دو بڑی قسمیں ہیں نیلے کبوتر سفید کبوتر نیلے کبوتر کی بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ نیلے رنگ کا ہوتا ہے سفید کبوتر بالعموم سفید ہی ہوتا ہے۔

کبوتروں نے تاریخ میں بھی بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے ہیں شیزادہ سلیم نے مسماۃ مہرالنسا کو جب کہ وہ ابھی بے بی نور جہاں تھیں کبوتر ہی تو پکڑایا تھا جو اس سارے قصے میں زیادہ فائدے میں کون رہا شہزادہ سلیم نور جہاں یا وہ کبوتر رعایا کا فائدہ ان دنون کبھی معرض بحث میں نہ آتا تھا ۔ پرانے زمانے کے لوگ عاشقانہ خط و کتابت کے لئے کبوتر ہی استعمال کرتے تھے اس میں بڑی مصلحتیں تھیں بعد میں آدمیوں کو قصد بنا کر بھیجنے کا رواج ہوا تو بعض اوقات یہ نتیجہ نکلا کہ مکتب الیہ یعنی محبوب قاصد ہی سے شادی کر کے بقیہ عمر ہنسی خوشی بسر کر دیتا تھا چند سال ہوئے ہمارے ملک کی حزب محالف نے ایک صاحب کو الٹی میٹم دے کروائی ملک کے پاس بھیجا تھا الٹی میٹم تو راستے میں کہیں رہ گیا دوسرے روز ان صاحب کے وزیر بننے کی خبر اخباروں میں آگئی کسی طوطے کے ہاتھ پیغام بھیجا جاتا تو یہ صورت حال پیش نہ آتی

کوا

کوے میں سب دیکھے بھالے چونچ بھی کالی پر بھی کالے یہ سبھی مل ؛ کوں میں ہوتے ہیں سوائے جنوبی افریقہ کے اور امریکہ کی جنوبی ریاستوں کے ہاں صرف سفید کوؤں کو پسند کیا جاتا ہے اور سفید کوے اتفاق سے ہوتے ہی نہیں کوا حلال بھی ہوتا ہے لیکن صرف آغا تقی کے باغ میں سنا ہے کراچی میں بھی ریڑھیوں پر کوؤں کا سوپ ملت ہے لوگ بڑے شوق سے پیتے ہیں اپنے رنگ کی رعایت سے یہ بلیک مارکیٹ کے دام پاتا ہے عرف عام میں یہ سوپ مرغی کا کہلاتا ہے۔

بٹیر

یہ ایک جانور ہے جو کھانے میں بہت لذیذ ہوتا ہے اندھے کے ہاتھ ویسے بھی آجاتی ہے آنکھوں والے کے لئے اس کا جال کے پکڑنا مشکل ہے پہلے زمانے کے بٹیر بڑے باکمال ہوتے تھے صف شکن نامی ایک بٹیر لکھنو کے ایک نواب صاحب کے پاس تھا نماز بھی پڑھتا تھا ہوحق بھی کرتا تھا تیر انداز بھی جانتا تھا یقیناً گھڑسواری کا بھی ماہر ہوگا قیم بھی کھاتا تھا ان سارے کمالات کے باوجود اسے ایک روز بلی لے گئی چالیس دن صف ماتم بچھی رہی ۔

تیتر

یہ جانور نور خالص بہت کم ملتا ہے عام طور پر جو جانور ملتا ہے وہ آدھا تیتر آدھا بٹیر ہوتا ہے تیتر بڑا ہوشیار پرندہ ہے ایک بار ایک مولوی صاحب ایک کنجڑا اور ایک پہلوان کہیں جا رہے تھے یہ اس قسم کی ان مل بے جوڑ بات حکایات ہی میں ممکن ہے خیر ایک جگہ تیتر بولا مولوی صاحب نے کہا دیکھو کتنا اچھا جانور ہے کہتا ہے سبحان تیری قدرت کنجڑے نے کہا جی نہیں کہہ رہا ہے لہسن، میتھی، ادرک، پہلوان نے ڈنڈ پھلا کر کہا بادشاہ ہوا یہ گل نئیں یہ کہہ رہا ہے کھا گھی کر کسترت اس پر بحث ہوی بحث سے تکرار ہوئی تکرار سے لپاڈگی ہوئی تیتر کا کچھ نہیں بگڑا۔

معری ایک شاعر پرانے زمانے میں تھا ایک شخص نے اسے بھونا ہوا تیتر بھیجا اس نے دیکھ کر فلسفہ بگھارنا شروع کر دیا کہ ہے جرم ضیعفی کی سزا مرگ مفاجات ہم ہوتے تو فوراچٹ کر جاتے بلکہ کہتے کہ ایک پلیٹ اور لاؤ معری ویسے بھی گوشت نہ کھاتا تھا شاید اس زمانے میں بھی بارہ روپے سیر ملتا ہوگا۔ گوشت نہ کھانے والا ہر شاعر معری نہیں ہوتا بعض مہنگا ہونے کی وجہ سے نہیں کھاتے۔

بیا

بیے کو زیادہ تر لوگ اس کے گھونسلے کی وجہ سے جانتے ہیں یہ لمبوترا سا ہوتا ہے اس کے اندر وہ رہتا ہے اور انڈے دیتا ہے اس گھونسلے کی تعمیر کو اب تک بڑا کمال گنا جاتا تھا آج کل تو ہمارے ہاں کی عورتیں بھی بنا لیتی ہیں لیکن نہ وہ اس کے اندر رہتی ہیں نہ اس میں انڈے دیتی ہیں بس الٹا کر سر پر رکھ لیتی ہیں ۔

پدی

یہ بھی ایک جانور ہوتا ہے جس کا شوربا مشہور ہے اس کا باتھوڑا ہوتا ہے لیکن ہوتا ضرور ہے محورے کے لئے بہرحال کافی ہے۔

الو

زباں پر باری خدایا یہ کس کا نام آیا الو ہمارے معاشرے میں بہت مقبول ہے آپ آئے دن سنتے ہیں کہ فلاں کو الو بنایا یا فلاں شخص الو بن گیا کبھی یہ نہ سنیں گے کہ کسی نے کسی کو کبوتر بنایا یا طوطا بنایا ہو، الو کو لوگ زاہد مرتاض خیال کرتے ہیں اس لئے کہ درخت کی ٹہنی پر یا کسی کھوہ ہیں میں آنکھیں بند کئے بیٹھا رہتا ہے کوئی چھوٹا موٹا جانور قریب آئے تو منہ کھول کر اسے ہڑپ کر لیتا ہے آنکھیں ایسی ہی بند رہتی ہیں ہمارے ہاں بھی کوئی شخص دنیا کے مسائل سے آنکھ بند کئے بیٹھا رہے اور اپنے خرد دونوش سے غافل نہ ہو تو بڑی عزت پاتا ہے نیک گنا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں الو بیوقوف کے معنوں میں آتا ہے جبکہ مغربی ادب میں یہ حکمت و دانش کی مثال ہے ہم اس باب میں اپنی روئے محفوظ رکھتے ہیں اتنا جانتے ہیں کہ سمجھدار اور دانش مند اور دانش ور لوگ اکثر بھوکے مرتے دیکھے گئے ہیں۔ کوئی الو کبھی بھوکا نہیں مرتا ۔

بگلا

دیکھو کتنا بھلا جانور ہے جو ہڑ کنارے ایک ٹنگ پر کھڑا ہے عبادت میں مگن نیکی میں غرق۔ نور رُخ نہ صرد چہرے پر برس رہا ہے بلکہ کچھ کچھ آس پاس بھی گر رہا ہے ہندو اسے بھگت بتاتے ہیں بہت مسلمان بھی عقیدت جتاتے مچھلیوں اور مینڈکوں کی اس کے متعلق البتہ یہ رائے نہیں ہے زیادہ واسطہ بھی اس سے انہی سے پڑتا ہے۔ پہلے زمانے میں بگلوں کی کوئی تنظیم نہ ہوتی تھی اپنی اپنی جگہ کھڑے شکار مارا کرتے تھے اب ان کی باقاعدہ جماعتیں ہیں تنظیم بڑی اچھی چیز ہے یہ ہماری ذاتی رائے ہے مینڈکوں اور مچھلیوں کا اس سے متفق ہونا

ضروری نہیں بگلا سفید ہوتا ہے کم از کم باہر کی طرف سے اسے کھی سے بھی تشبیہ دیتے ہیں کھیر سیدھی ہو یا ٹیڑھی، بگلوں کا کسی نہ کسی صورت میں اس سے تعلق ضرور ہوتا ہے ۔بگلا پکڑنے کا طریقہ بہت آسان ہے دبے پاؤں پیچھے جا کر اس کی آنکھ میں موم ٹپکا دو جب اندھا ہو جائے تو پکڑ لو بیچ کر کہاں جائے گا آج کل یہ طریقہ بگلا پکڑنے کے لئے کم اور کاروبار حکومت کے لئے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

سوالات

۱۔ بٹیر ہمیشہ اندھے کو کیوں ہاتھ آتی ہے ؟

۲۔ خاندان مغلیہ کی تاریخ میں کبوتر کی اہمیت پر جواب مضمون لکھو کاغذ کے صرف دو طرف تینوں طرف نہیں ؟

۳۔تم کبھی گنبد افراسیاب پر بیٹھے ہو اور نوبت بجائی ہے ؟

الوؤں کی طرح ہمارا منہ مت دیکھو جواب دو ۔

گردوپیش کی چیزیں

علم بڑی دولت ہے

علم بڑی دولت ہے
تو بھی اسکول کھول
علم پڑھا
فیس لگا
دولت کما
فیس ہی فیس
پڑھائی کے بیس
بس کے تیس
یونیفارم کے چالیس
کھیلوں کے الگ
ورائٹی پروگرام کے الگ
پکنک کے الگ

لوگوں کے چیخنے پر نہ جا

دولت کما

اس سے اور اسکول کھول

ان سے اور دولت کما

کمائے جا کمائے جا

ابھی تو تو جوان ہے

یہ سلسلہ جاری ہے

جب تک گنگا جمنا ہے

(۲)

پڑھائی بڑی اچھی چیز ہے

پڑھ

بہی کھاتا پڑھ

ٹیلیفون ڈائرکٹری پڑھ

بنک اسٹیمنٹ پڑھ

ٹنڈر نوٹس پڑھ

ضرورت رشتہ کے اشتہار پڑھ

اور کچھ مت پرح

میر اور غالب مت پڑھ

اقبال اور فیض مت پڑھ

ابن انشا کو بھی پڑھ

ورنہ تیرا بیڑا پار نہ ہوگا

اور ہم میں سے کوئی

نتائج کا ذمہ دار نہ ہوگا

سوالات

ا۔ علم بڑی دولت ہے لیکن جس کے پاس علم ہوتا ہے اس کے پاس دولت کیوں نہیں ہوتی اور جس کے پاس دولت ہوتی ہے اس کے پاس علم کیوں نہیں ہوتا ؟

اخبار

یہ کونسا اخبار ہے
یہ روز نامہ باغ و بہار ہے
اس کی کیا بات ہے
مجموعہ معلومات ہے
یہ لوگوں کو سیدھی راہ بھی بتاتا ہے
طاقت کی اکسیری دوائیں بھی بکواتا ہے
اس میں فلمی صفحہ بھی ہوتا ہے
غازیوں کی تکبیریں بھی ہوتی ہیں
حسینوں کی تصویریں بھی ہوتی ہیں
دنیا بھی چست رہتی ہے
عاقبت بھی درست رہتی ہے
اخبار کے بڑے فائدے ہیں
اخبار نہ ہوتو قوم کی رہنمائی کیسے ہو
ایکٹرسوں کی رونمائی کیسے ہو
لیڈر اپنی ہو ہوا کس میں بادھے
حکیم قبض کی دوا کس میں باندھے
اس میں فلمی صفحہ بھی ہوتا ہے
اس میں اسلامی صفحہ بھی ہوتا ہے
پنساری مرچوں کا پڑا کس میں باندھے

یہ اخبار والا بڑا نڈر ہے
باطل سے نہیں ڈرتا
لوگوں سے نہیں ڈرتا
کبھی کبھی خدا تک سے نہیں ڈرتا
بس سرکار سے ڈرتا ہے
بڑا اچھا کرتا ہے
جب تک خوشنودی سرکار ہے اخبار ہے
روزگار ہے کوٹھی اور کار ہے
پرانے لوگ ایسا نہیں کرتے تھے
پرانے لوگ بھوکے بھی تو مرتے تھے
پھر بھی میاں اخبار والے
اخبار کالا کر
اپنا کردار کالا مت کر
صرف اخبار بیچ۔۔۔۔ ایمان مت بیچ

بینگن اور مولی

یہ کیا ہے
یہ بینگن ہے
یہ کون سا بینگن ہے
یہ تھالی کا بینگن ہے لڑھکتا رہتا ہے تبھی تو ہر موسم میں تروتازہ رہتا ہے ۔
یہ کیا ہے
یہ مولی ہے
یہ کس کھیت کی مولی ہے
یہ ہر کھیت کی مولی ہے کبھی اس کھیت میں کبھی اس کھیت میں
یہ کیاہے

یہ پالک ہے

یہ کیسی پالک ہے

یہ پہلے مالی لی لے پالک ہے

یہ پہلے مالی کو گالی کیوں دیتی ہے

فطرت سے مجبور ہے یوں بھی آج کل گالی کا دستور ہے

یہ بینگن اچھے نہیں یہ مولی اچھی نہیں یہ پالک اچھی نہیں

---------- سبزی کا خیال چھوڑ

----------وٹامن سے منہ موڑ

---------مسور کی دال کھا

---------اپنے منہ پر نہ جا

سوالات

ا۔ یہ بینگن کس نے بوئے تھے یہ مولیں کس نے اگائی تھیں ---نام بتاؤ---۔ ڈرو نہین

۲۔ سبزی یہاں کیوں اگائی جاتی ہے وٹامن باہر سے کیوں منگائی جاتی ہے ۔

گنا اور بھیلی

یہ لمبی لمبی چیز کیا ہے

یہ گنا ہے

یہ چپٹی چپٹی چیز کیا ہے

یہ بھیلی ہے

بھیلی تو بہت بڑی ہے

ہاں بھیلی بڑی ہی ہوتی ہے کہاوت نہیں سنی

گنوار گنا نہ دے بھیلی دے

سیٹھ جی تم بھی مجور کو گنا دو

وڈیرا جی تم بھی ہاری کو گنا دو

ایک ایک گنا ان کو دو ۔۔۔۔۔سب کو دو

آپ بھی ایک گنا کھالو

دو کھاؤ ،تین کھاؤ

سو گنے مت کھاؤ ،ہزار گنے مت کھاؤ

جوزیادہ گنے کھائے گا ،،،،شکر کی بیماری پائے گا

سوئیاں لگوائے گا چلائے گا مارا جائے گا

سیٹھ جی تم بھی مجبور کو گنا دو

لیکن اس طرح نہیں

سوالات

ا۔ ایک بھیلی میں کتنے گنے

۲۔کیا تمہیں کبھی کسی گنوار سے واسطہ پڑا ہے

۳۔ کیا تم نے کبھی ہاتھیوں سے گنے کھائے ہیں

کپڑے والے کے ہاں

اہا ہا کپڑے کی دکن ہے کیسی سجی ہے اوپر سے نیچے تک تھان ہی تھان ہیں دکاندار کسی بی بی کو ساڑھی پہن کر دکھا رہاہے اور مونچھیں مٹکا رہاہے اور جتا رہاہے کہ بی بی یہ ساڑھی لنڈی کوتل کی ہے دو سو روپے میں مفت ہے آیئے بابو جی کیا لیجئے گا تین سکھ دوں نہ میاں دکاندار ہم آنکھوں کے اندھے تھوڑا ہی ہیں دل کی پیاس شماز شفون ،جارجٹ،نہیں میاں نہیں ہمارا حال پتلا ہے گاڑھے کے سوا کچھ نہیں پہن سکتے ۔

میاں دکاندار کپڑے کے دام کیوں بڑھادیتے ہیں

حضور آپ کا معیار زندگی بلند کر رہا ہوں

گاہگوں کے کپڑے کیوں اتارتے ہو

حضور ان کے کپڑے نہ اتاروں تو کپڑے کے نئے مل کہاں سے کھڑے کروں قوم کی خدمت کیسے کروں۔

کپڑوں میں کپڑا لنگوٹی چاہیئے چاہے اس میں پھاگ کھیلئے نہ دامن کا ٹنٹا کہ کوئی پکڑ سکے نہ گریبں کا کھٹکا کہ

کوئی چاک کر سکے ۔

سوالات

ا۔ غالب کے زمانے میں عاشق کے گریبان میں چار گرہ کپڑا لگتا تھا اب کتنا لگتا ہے

۲۔ تن کی عریانی سے بہتر نہیں دنیا میں لباس یہ لباس امیروں اور غریبوں میں کیسا مقبول کیوں ہے

جوتے والے کے ہاں

میاں جوتے والے تم نے دکان تو خوب سجائی ہے

جی ہاں آج کل ہماری بھی بن آئی ہے اچھی کمائی ہے

بھلا یہ جوتا کس بھاؤ کا ہے

جی یہ بے بھاؤ کا ہے دوں

ہاں دے دو ایک جوڑا دس نمبر کا

جی آپ کے تو نو نمبر آئے گا دس نمبر تو میرا ہے

ہاں تمہاری باتوں سے تو یہی پتہ چلتا ہے نو نمبر ہی دے دو

وہ کاہے کو

آج کل اس کی بڑی مانگ ہے جو جوتے لے جاتا ہے دال بھی لے جاتا

لوگ آپس میں بانٹتے ہیں

بھئی پہلی تاریخ کے بعد لیں گے

پہلی تاریخ کے بعد جناب پہلی بعد نہ جاتا ملے گا نہ دال ملے گی آتڈر بک ہیں نوٹ انتخابات کے لئے سیاسی سرگرمیوں پر سے پابندیاں پہلی جنوری ۱۹۷۰ء سے اٹھائی گئیں ۔

سوالات

ا۔ قومی خدمت کرنے والے آپس میں دال بانٹنے کے لئے رکابیاں کیوں نہیں ستعمال کرتے؟

۲۔ اگر تمہیں کوئی جوتا دے تو کیا کروگے جوتے کا ۲ جوتا دینے والے کا جوتا کھانے کی چیز ہے یا پہننے کی ۔

کھانے کی چیزیں

بابو جی پرمٹ دو

بابا جا پیسالا

بابو جی ٹھیکہ دو

بابا جا ڈالی لا

بابو جی نوکری دو

باباجا سفارش لا

بابو جی اب ایسا مت بولو آنکھیں کھولو

پبلک سے ڈرو ۔ خدا کا خوف کرو

جو پیسا کھائے گا ڈنڈا کھائے گا

انڈا کھانا چاہیے

ڈنڈا نہیں کھانا چاہیئے ۔

سوالات

۱۔ تمہیں کیا چیز کھانا پسند ہے پیسا ،انڈا ڈنڈا ۔
۲۔ پبلک کیاہوتی ہے کبھی دیکھی ہوتو بیان کرو ۔

مکھن

مکھن کہاں ہے

مکھن ختم خلاص

سارا کھا لیا

نہیں سارا لگا دیا یہ کھانے کی چیز تھوڑا ہی ہےلگانے کی ہے جس کولگاؤ پھسل پڑتا ہے
جو پھسلے گا اس کی ٹانگ ٹوٹے گی ۔

یہ سوچنا اس کا کام ہے ہمارا کام تو لگانا ہے

سوالات

ا۔ کیا تم نے کبھی کسی کو مکھن لگایا ہے اگر نہیں تو ہمیں لگاؤ ۔

کرسی

یہ کیا ہے یہ کرسی ہے اس کے کیا فائدے ہیں اس کے بڑے فائدے ہیں اس پر بیٹھ کر قوم کی بے لوث بہت اچھی طرح کی جا سکتی ہے اس کے بغیر نہیں کی جا سکتی اسی لئے تو جب لوگوں میں قومی خدمت کا جذبہ زور مارتا ہے تو وہ کرسی کے لئے لڑتے ہیں ایک دوسرے پر کرسیاں اٹھا کر پھینکتے ہیں ۔

کرسی بظاہر لکڑی کی معمولی چیز ہے لیکن لوگوں میں اخلاق حسنہ یعنی عاجزی فروتنی اور خاکساری پیدا کرتی ہے بڑے بڑے پاٹے خان کرسی کے سامنے آتے ہیں تو خودی کو بلند کرنا بھل جاتے ہیں اسے جھک جھک کر سلام کرتے ہیں اگر کرسی پر نہ بیٹھا ہو تب بھی کرتے ہیں اردو میں ایک محاورہ ہے کری کا احمق خاک نشین لوگ کرسی پر بیٹھنے والوں کو احمق گردانتے ہیں انھیں کری کا احمق کہتے ہیں ادھر کرسی والے بغیر کرسی والوں کو احمق کہتے ہیں ہماری روئے میں دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں لیکن بڑا احمق ان میں سے کون ہے یہ ہم نہیں کہہ سکتے ۔

کرسی والے کو کرسی کبھی خالی نہیں چھوڑنی چاہیئے دوسرے لوگ فوراً اس پر بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں کرسی فولڈنگ اچھی ہے آدمی جہاں جائے اپنے ساتھ لیتا جائے ۔

چار پائی

یہ چار پائی ہے اس کے چار پوئے ہوتے ہیں جن کا خیال ہے کہ تین یا دو ہوتے ہیں وہ غلطی پر ہیں انسان چار پائی پر لیٹ کر بہت خوش ہوتا ہے اس لئے کہ یہ شروع میں چو پایہ ہی تھا بعد میں دو پاؤں پر چلنے لگا چار پائی پر لیٹتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اب اپنی اصل جون میں آیا اس شوق کو بعض لوگ موٹر وغیرہ کی سواری سے بھی پورا کرتے ہیں انسان اور حیوان میں پاؤں کی تعداد ہی کا تو فرق ہے موٹر پر سوار ہونے سے یہ فرق بڑی حد تک مٹ جاتا ہے اسی لئے تو دو پاؤں والے ایسے لوگس کو دیکھ کر دور ہی سے بھاگ جاتے ہیں ۔

چار پائی بڑے کام کی چیز ہے اس پر لوگ بیٹھتے ہیں سوتے ہیں گاتے ہیں روتے ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں مرتے ہیں جیتے ہیں پڑھے لکھے لوگ بیٹھتے لیٹتے وقت کچھ کتابیں بھی اپنے ساتھ چار پائی پر رکھ لیتے ہیں فارسی میں جو چار پائے بر و کتابے چندا کہا جاتا ہے اس سے ظرف بھی مراد ہوتا ہے مظروف بھی۔

چار پائی تخت اور کرسی کے مقابلے میں سستی بھی ہے نادر شاہ ہندوستان آیا تو محمد شاہ کا تخت اٹھا کر لے گیا تھا اور محمد شاہ زمین پر بیٹھا گیا تھا اگر بادشاہ چار پائی پر بیٹھا ہوتا تو اس کے زمین پر بیٹھنے کی نوبت نہ آتی چار پائی کی مرمت بھی آسان ہے لوگ گلیوں میں آواز لگاتے پھرتے ہیں چار پائی بنوالو منجی پیڑی ٹھکرالو کوئی چار پائی والا ان سے ٹیڑھی بات کرے تو یہ اس کو بھی ٹھوک دیتے ہیں اس کی بھی کان نکال دیتے ہیں سیدھا کر دیتے ہیں ۔

ردی

یہ کونسا اخبار ہے

یہ روزنامہ ردی ہے

اس کی نظر میں ساری جماعتیں ردی ہیں

سارے نظام ردی ہیں

سوائے ردی کے کام کے

اس کے مضامین بھی بہت ردی ہوتے ہیں اسی لئے ردی والوں میں بہت مقبول ہے لوگ مونوں کے حساب سے خرید لے جاتے ہیں سیروں کے حساب سے بیچتے ہیں یہ سب سے اچھا اخبار ہے ۔

س کا کاغذ مضبوط ہے اور چکنا ہے اس کے لفافے آسانی سے نہیں پھٹتے چاہے ہلدی ڈالو چاہے نمک دوسرے اخباروں میں تو یہ خوبی بھی نہیں۔

آسمان

ذرا نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھو کتنا اونچا ہے یہی وجہ ہے کوئی اس سے گرے تو بہت چوٹ آئی ہے بعض لوگ آسمان سے گرتے ہیں تو کھجور میں اٹک جاتے ہیں نہ نیچے اتر سکتے ہیں نہ دوبارہ آسمان پر چڑھ سکتے ہیں وہیں بیٹھے کھجوریں کھاتے رہتے ہیں لیکن کھجوریں بھی تو کہیں کہیں ہوتی ہیں ہر جگہ نہیں ہوتی کہتے ہیں پہلے زمانے میں آسمان اتنا اونچا نہیں ہوتا تھا غالب نام کا شاعر جو سو سال پہلے ہوا ہے ایک جگہ کسی سے کہتا ہے کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں میں جوں جوں چیزوں کی قیمتیں اونچی ہوتی گئیں آسمان ان سے باتیں کرنے کے لئے اوپر اٹھتا چلا گیا اب ان چیزوں کی قیمتیں نیچے آئیں نہ آسمان نیچے اترے ۔

ایک زمانے میں آسمان پر صرف فرشتے رہا کرتے تھے پھر ہمہ شما جانے لگے کو خود نہ جا سکے تھے ان کا دماغ چلا جاتا تھا یہ نیچے زمین پر دماغ کے بغیر ہی کام چلاتے تھے بڑی حد تک اب بھی یہی صورت ہے۔ پیارے بڑو راہ چلتے میں آسمان کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے تا کہ

ٹھوکر نہ لگے زمین کی طرف دیکھ کر چلتا ہے اس کے ٹھوکر نہیں لگتی ۔

ستارے اور ہلال وغیرہ

واہ واہ کیا سہانا منظر ہے ستارے یہاں سے وہاں تک چھٹکے ہوئے ہیں ان کی کثرت سے گمان ہوتا ہے جیسے میٹرک کا ریزلٹ شائع ہوا ادھر ایک ہلال بھی جگمگا رہا ہے آسمان کی رونق بڑھا رہا ہے۔ستارے چمکتے دمکتے بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی نوٹ کر گر بھی جاتے ہیں جب یہ مٹی میں مل جائیں تو کوئی نہیں پوچھتا وہی ستارے جو دوسروں کی تقدیر کی خبر دیا کرتے ہیں بلکہ لوگوں کی قسمت بنایا یا بگاڑا کرتے ہیں ہلال کا بھی ایسا احوال ہے جب تک آسمان پر ہے بس ہے آنکھ اوجھل، پہاڑ اوجھل ستارے اور ہلال اچھے ہیں لیکن عزت کی غریبانہ زندگی ان سے بہتر ہے۔

ہال یعنی نئے چاند کو پرانے لوگ دور ہی سے دیکھا کرتے تھے اور سلام کرتے تھے وہ بھی عید بقر عید پر اس زمانے مین یہ چپ چاپ آپ ہی آپ نکل آتا تھا پھر ایسا دور آیا کہ لوگوں نے کھدیڑ کر نکالنا شروع کیا بلکہ آپس مین لڑھتے تھے کہ کون نکالے چاند کے لئے بڑی مشکل ہوتی تھی کہ سرکار کا کہا مانے یا لوگوں کا بیشک اتنی بڑی قوم کے لئے ایک دن کی عید کافی نہیں یکسے بعد دیگرے دو تین دن کی ہو لیکن اس میں سر پھٹول بہت تھی اب یہ سلسلہ بند ہے اور یہ بات ہمیں پسند ہے عید کا پیغام لانے کے علاوہ چاند کا کوئی خاص مصرف نہ تھا بس شاعر اور چکور وغیرہ اس سے بات کر لیتے تھے یا پھر ان بستیوں میں جہاں بجلی نہیں یہ لالٹین کا کام دیتا تھا کچھ عرصہ ہوا ولایت والوں کو اس کے پیلے رنگ سے خیال ہوا کہ یہ سونے کا بنا ہوا ہے آخر اڑ کر جا پہنچے اور کالی کالی مٹی کی بوریاں بھر لائے یہاں آ کر معلوم ہوا کہ ایسی مٹی بلکہ اس سے اچھی مٹی تو یہاں بھی ڈھیروں ہے بہت پچھتائے آج کل ہمارے ملک میں ہر شے میں خود کفیل ہونے کا رجحان ہے اب لوگ آسمان کے چاند ستاروں کے بھی چنداں محتاج نہ رہے فلمی ستارے جن کے دم سے زمانے میں اجالا ہے ہمارے ملک میں بنتے ہیں اور اچھے بنتے ہیں بلکہ ایک دو سادر کے ملحکوں برطانیہ۔روس۔کینیا وغیرہ کو بھی بھیجے جاتے ہیں چاند بھی ڈیسی برا نہیں ہوتا ہم نے جس چاند کے بارے میں نظموں میں غزلوں کی پوری کتاب چاند نگر لکھ ڈالی وہ بھی مقامی ساخت کا تھا مال اس میں اچھا لگا تھا مد توں چلا ۔

ابر

یہ ابر ہے اب سائنس کا زمانہ ہے کوئی بچہ بھی بتا دے گا ابر کیا ہوتا ہے مرزا غالب اتنے بڑے شاعر ہو کر لوگوں سے پوچھتے پھرا کرتے تھے کہ ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہماری ناقص رائے میں مرزا غالب نے سو سال پہلے پیدا ہو کر غلطی کی آج ہوتے تو ابر از ہوا پتہ بھی پاتے ۔۔۔۔آدم جی انعام بھی لے جاتے ۔

ہوا

ہوا ہے تحقیق نہیں ہوسکا کہ اتنی ہوا کہاں سے آگئی کہ ایک محکمہ آب وہوا کا بنانا پڑا بعض لوگ کہتے ہیں کہ کراچی کی بیرونی بستیوں میں جو پانی کے نل ہیں ان میں سے نکلتی ہے۔ ہوا عجیب چیز ہے یہ آگ کو جلاتی ہے چراغ کو بجھاتی ہے جہاز اسی سے چلتے ہیں اسی سے ڈوبتے ہیں لوگوں کی زندگی کا مدار ہوا پر ہے ہوا نہ ملے تو لوگ مرجاتے ہیں ویسے کھانا نہ ملنے سے بھی مرجاتے ہیں لیکن ہوا نہ ملنے سے جلدی مرجاتے ہیں اسی لئے تو کوئی غریب آدمی بڑے آدمی کے پاس کوئی سوال لے کر جاتا ہے تو یہ جواب پاتا ہے کہ جاؤ ہوا کھاؤ بڑے لوگ یہ مشورہ نہ دیتے تو بہت سے غریب کچھ اور کھا کر اب تک مرگئے ہوتے ۔

ہوا کے نقصانات بھی ہیں بعض لوگوں کو یہ بہت اونچا اڑا کرلے جاتی ہے اور پھر پٹخ دیتی ہے بعضوں کے پیٹ میں بھر جاتی ہے بعضوں کے سر میں دونوں صورتوں میں تکلیف ہوتی ہے شخص مذکور کو بھی دوسروں کو بھی ہوا میں وزن بھی ہوتا ہے لیکن بہت کم پرانے لوگ جو اس کی کمند میں پھنس جاتے تھے فارسی میں خدا سے دعا کیا کرتے تھے کہ کریما ہمارے حال بخشش کر اب لوگ نہ فارسی پڑھیں یہ دعا پڑھیں نہ ان کی بخشش ہو ۔

سمندر

یہ سمندر ہے اس میں پانی ہے کراچی کی بستیوں میں تو کے ڈی اے کے اتنے عمدہ انتظامات اور آب رسانی کے منصوبوں کے باوجود پانی کی کمی ہوجاتی ہے سمندر میں کبھی نہیں ہوتی جانے کیا بات ہے ۔سمندر میں اتنا اتار چڑھاؤ رہتا ہے جب یہ چڑھائی کرتا ہے تو کسی کی نہیں مانتا خواہ کوئی کیسا لاٹ صاحب کیوں نہ ہوا نگلستان کے ایک بادشاہ کینوٹ کو اس کے مصاحبوں اور درباریوں نے یاد کرایا تھا کہ ساری دنیا آپ کے حکم کے تابع ہے آپ کا حکم زمین پر چلتا ہے آسمان پر چلتا ہے ستاروں پر چلتا ہے اخباروں پر چلتا ہے ہوا پر چلتا ہے اور سمندر پر بھی چلتا ہے ایک روز شاہ جلالت ماب سمندر کے کنارے کرسی بچھائے بیٹھے تھے لوگوں سے پوچھا یہ جو لہریں بڑھی آرہی ہیں ہمیں تنگ تو نہ کریں گی مصاحبوں نے کہا حضور ان کی کیا مجال ہے الٹا لٹکوا دیں گے اس پر بھی لہریں جھپٹ کر آئیں بادشاہ سلامت بہت ناراض ہوئے سختی سے ڈانٹا اے سمندر خبردار پرے ہٹ میرے پاؤں بھیگتے ہیں سمندر نے ایک نہ سنی بادشاہ کو بھگو دیا قریب قریب ڈبو دیا۔ بادشاہ سلامت نے اپنے درباریوں اور مصاحبوں سے جواب طلب کیا کہ وجہ بیان کرو تمہارے خلاف کیوں نہ ضابطہ کی کاروائی کی جائے تمہارا تو بیان تھا کہ میری سلطنت عام ہے اسے حشر تک دوام ہے اور سمندر تک میرا غلام ہے لیکن یہ اقدام بعد از وقت تھا اس دوران میں خود بادشاہ سلامت کے خلاف ضابطے کی کاروائی ہوچکی تھی عالم پناہ کو پہلے یہ بات سوچنی چاہیئے تھی اپنے محکمہ اطلاعات پر اتنا بھروسہ نہ

کرنا چاہیئے تھا اے پیارے بڑ و سمندر کسی کا غلام نہیں ہوتا چڑھائی پر آتا ہے تو ساحل کی کرسیاں بہا لے جاتا ہے اور اگر کوئی ان پر بیٹھا رہنے پر اصرار کرے تو اسے بس ۔

پہاڑ

ان پہاڑوں کو دیکھو بعضوں کی چوٹیاں آسمان سے باتیں کرتی ہیں کیا باتیں کرتی ہیں یہ کسی نے نہیں سنا۔ پہاڑوں کے اندر کیا ہوتا ہے یہ معلوم نہیں بعض اوقات پہاڑ کو کھودو تو اندر سے چوہا نکلتا ہے بعض اوقات چوہا بھی نہیں نکلتا جس پہاڑ میں سے چوہا نکلے اسے غنیمت جاننا چاہیئے ۔کو لوگ پہاڑوں پر رہتے ہیں ان کو گرم کپڑے تو ضرور بنوانے پڑتے ہیں لیکن ویسے کئی فائدے بھی ہیں پہاڑوں پر برف بھی جمتی ہے جو ان لوگوں کو مفت مل جاتی ہے جتنا جی چاہے پانی ڈال کر پیئے برف میں رہنے والوں کو یہ ریفریجریٹر بھی نہیں خریدنے پڑتے پیسے بچتے ہیں۔

پہاڑ پتھروں بنے ہوتے ہیں پتھر بہت سخت ہوتے ہیں جس طرح محبوبوں کے دل سخت ہوتے ہیں فرق یہ ہے کہ کبھی کبھی پتھر موم بھی ہو جاتے ہیں جو پہاڑ بہت بلندی دکھاتے ہیں ان کو کاٹتے ہیں اور کاٹ کر ان کے پتھر سڑکوں پر بچھاتے ہیں لوگ انھیں جوتوں سے پامال کرتے گزرتے ہیں جو پتھر زیادہ ہی سختی دکھائیں وہ چکی میں پستے ہیں سرمہ بن جاتے ہیں سارا پتھر پن بھول جاتے ہیں۔

چند امتحانی سوالات

ا۔ اگر محمود غزنوی ہندوستان پر سترہ حملے کرے تو احمد شاہ ابدالی کتنے حملے کرے گا ؟

۲۔بصیم پلاسی کڑائی جس میں فریقین نے ایک دوسرے کا دوراے سے دادرا بجادیا تھا ؟ کس سن میں ہوئی تھیں ۔

۳۔پانی پت کی پہلی لڑائی کہاں ہوئی تھی ؟

۴۔ ہمایوں چھت پر کھڑا کون سے فلمی ستارے دیکھ رہا تھا جن پر پھسل پڑا اور مر گیا ؟

۵۔تم ان پڑھ رہ کر اکبر بننا پسند کرو گے یا پڑھ لکھ کر اس کا نورتن ؟

٦۔خاندان مغلیہ میں کبوتروں کی اہمیت پر مضمان لکھو کاغذ کے صرف دو طرف تینوں طرف نہیں ۔

۷۔ مثلث کت چاروں ضلعے برابر کیوں نہین ہوتے ٗ

۸۔خط نستعلیق خط استوار اور کط وحدانی کا فرق بتاوٗ ؟

۹۔ بحر ہزج کے کنارے کون کون سے ملک آباد ہیں ؟